معراج مصطفی کے چالیس اسباق ونکات

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے

مرتب

مُفتی أحمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دار العلوم رشیدیہ وصدر دار الافتاء والارشاد حیدرآباد

معاون کار

مفتی سید سلمان قاسمی

استاذ دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دار العلوم رشیدیہ

زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیاریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراج مصطفی کے چالیس اسباق ونکات

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

معاون کار

مفتی سید سلمان قاسمی

استاذ دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	حرفِ اولین	۷
۲	سبق (۱) اللہ کی قدرت پر یقین	۹
۳	سبق (۲) ہر مشکل کے بعد آسانی ہے	۹
۴	سبق (۳) مصائب ہمیشہ نہیں رہتے	۱۰
۵	سبق (۴) ابتداء میں پریشانی مسلم ہے	۱۰
۶	سبق (۵) خدمت دین تسخیر کائنات کا عمل ہے	۱۱
۷	سبق (۶) ناامید نہ ہوں	۱۱
۸	حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ	۱۲
۹	حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ	۱۲
۱۰	سبق (۷) ثابت قدمی شرط ہے	۱۳
۱۱	سبق (۸) دنیا دار المحن ہے	۱۴
۱۲	سبق (۹) رفعت شان کا اظہار	۱۵
۱۳	سبق (۱۰) دعوتِ محبوب کے انداز	۱۵
۱۴	سبق (۱۱) دعوت دینے میں ادب	۱۶
۱۵	سبق (۱۲) رہبر راستہ سے واقف ہو	۱۷
۱۶	سبق (۱۳) قابل دید مقامات کی سیر کرنا	۱۷

۱۷	سبق (۱۴) سواری زور رفتار ہو	۱۷
۱۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیز رفتار قصواء اونٹنی	۱۸
۱۹	سبق: (۱۵) توکل اسباب کے ترک کرنے کا نام نہیں	۲۰
۲۰	سبق: (۱۶) اللہ کے گھر میں حاضری سے قبل دل کو گناہوں سے دھونا	۲۲
۲۱	سبق (۱۷) رات میں سفر کی حکمتیں	۲۲
۲۲	سبق (۱۸) محبوب سے رات میں ملاقات کرنا	۲۳
۲۳	سبق (۱۹) مقدس مقامات پر نماز کا اہتمام	۲۴
۲۴	سبق (۲۰) عبدیت شان بشریت ہے	۲۵
۲۵	سبق (۲۱) بیت المقدس تمہارا قبلہ ہے	۲۶
۲۶	سبق (۲۲) عالمی قیادت	۲۷
۲۷	سبق (۲۳) امامت کا حقدار	۲۷
۲۸	سبق (۲۴) عہدے کی طلب نہ ہو	۲۷
۲۹	حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا	۲۸
۳۰	اجازت لینے کا انداز	۲۹
۳۱	اجازت لینے سے متعلق چند ضروری مسائل	۳۰
۳۲	سبق (۲۵) مہمان کے لئے کئی چیزیں پیش کرنا	۳۱
۳۳	حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی مہمان نوازی	۳۲

۳۴	شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی مہمانوں کے لئے کئی قسم کے پکوان	۳۳
۳۵	حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی انوکھی دعوت	۳۳
۳۶	حضرت مولانا محمد علیؒ کی مہمانوں کے لئے کئی قسم کے پکوان	۳۴
۳۷	حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ کی مہمان نوازی	۳۵
۳۸	حضرت مولانا قاری صدیق باندویؒ کی مہمان نوازی	۳۵
۳۹	حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ کی مہمان نوازی	۳۶
۴۰	عربی غلام کی سو بکریوں سے مہمان نوازی	۳۶
۴۱	سبق (۲۶) دودھ کے انتخاب میں حکمت	۳۷
۴۲	سبق (۲۷) مقتداء کے لئے سبق	۳۷
۴۳	سبق (۲۷) اکابر دین سے ملاقات	۳۸
۴۴	علماء وصلحاء کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا	۳۹
۴۵	سبق (۲۸) اتحاد کا درس ملا مجھے	۴۰
۴۶	حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مابین اختلاف اور باہمی توقیر واحترام	۴۱
۴۷	شوافع واحناف کے مابین اختلاف اور باہمی ادب واحترام	۴۱
۴۸	حسین احمد نیؒ اور حضرت تھانویؒ کے مابین اختلاف رائے اور باہمی احترام	۴۲

۴۹	سبق (۲۹) دین فطرت کی طرف اشارہ	۴۴
۵۰	سبق (۳۰) ہدیہ کی اہمیت	۴۵
۵۱	شاہ عبدالعزیزؒ کا ہدیہ	۴۶
۵۲	حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ	۴۷
۵۳	سبق (۳۱) اہم انعام اونچے مقام پر بلا کردینا چاہیے	۴۷
۵۴	سبق (۳۲) تجربہ کار سے استفادہ کریں	۴۸
۵۵	سبق (۳۳) سابق افراد سے سبق حاصل کرنا	۴۹
۵۶	سبق (۳۴) جذبۂ خیرخواہی پیدا کریں	۴۹
۵۷	دشمنوں کے ساتھ خیرخواہی	۵۰
۵۸	جانوروں کے ساتھ خیرخواہی	۵۰
۵۹	سبق (۳۴) مشورہ قبول کرنا	۵۰
۶۰	مشورہ کن امور میں کرنا چاہیے؟	۵۱
۶۱	سبق (۳۵) نمازیں مزید کم کرواتے ہوئے حیاء آتی ہے	۵۳
۶۲	سبق (۳۶) مشورہ کن سے کیا جائے	۵۵
۶۳	اِبراہیم علیہ السلام کا اُمّتِ محمدیہ کو سلام	۵۶
۶۴	سبق (۳۷) سلام بھیجنا	۵۶
۶۵	کسی کا سلام پہنچائے تو کن الفاظ سے جواب دیا جائے؟	۵۷
۶۶	سبق (۳۸) سفر معراج کے مشاہدات اور منزل کا شوق دلانا	۵۷

۶۷	سبق (۳۹) ہدایت صرف قبضۂ خدا میں ہے	۵۸
۶۸	سبق (۴۰) معراج سے ختم نبوت کی طرف اشارہ	۵۹
۶۹	معراج کا مقصد	۵۹

حرفِ اولین

* رجب * کا مہینہ اسلامی تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کے واقعۂ معراج سے جانا جاتا ہے، مشہور قول کے مطابق یہ واقعہ نبوت کے بارھویں سال اور رجب کی ستائیس تاریخ کو پیش آیا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۵۱ سال پانچ ماہ کی تھی (مہر نبویت: قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ)

* اسراء * کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں * مسجد حرام مکہ مکرمہ سے * فلسطین کی مسجد اقصیٰ * کے سفر کا تذکرہ سورہ بنی اسرائیل "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ"، میں کیا گیا ہے جس کو * اسراء * کہا جاتا ہے، یہ نص قرآن سے ثابت ہونے کی وجہ سے اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے، انکار کفر ہے، یہاں سے آسمانی سفر کا نام * معراج * ہے۔ * معراج * عروج سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں، حدیث میں * عرج بی * یعنی مجھ کو چڑھایا گیا کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اس سفر کا نام * معراج * رکھا گیا، اس مقدس واقعہ کو * اسراء * اور * معراج * دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال آپ کو معراج ہوئی؟ علماء کے اس بارے میں دس قول ہیں، معراج کس مہینہ میں ہوئی اس میں آٹھ قول ہیں، کس تاریخ میں معراج ہوئی؟ اس میں نو اقوال ہیں، کس دن معراج ہوئی اس میں تین قول ہیں، معراج کہاں سے ہوئی؟ اس میں پانچ قول ہیں، اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ اس دن کی صحابہ کرامؓ نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، اور شریعت کی طرف سے اس دن کوئی خاص عبادت روزہ یا نفل نماز انفرادی یا اجتماعی نہیں رکھی گئی ہے، اگر اس دن کی اہمیت ہوتی یا شرعی فضیلت ہو تو ضرور اس کو محفوظ رکھا جاتا، لاکھوں حدیثیں سند ومتن کے ساتھ، اپنے انساب کے علاوہ جانوروں کے انساب کو محفوظ رکھنے والے صحابہ سے ایسی عظیم واقعے والے دن کو بھول جانا کوئی معنی ضرور رکھتا ہے۔

واقعہَ معراج کی تفصیلات مختلف کتابوں میں مذکور ہے، اس واقعے کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جائے گا، معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل کو عاجز کردے، یہ واقعہ معجزہ ہونے کے علاوہ ختم نبوت کی لطیف دلیل بھی ہے، واقعۂ معراج کے لامتناہی پیغامات ہیں، اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق ان گنت ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس واقعہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور اس پر

محض ایک واقعہ سے زیادہ عملی زندگی میں رہنمائی کرنے والے سیرت کے ایک اہم گوشہ کے طور پرغور کیا جائے،اس واقعہ سے حاصل ہونے والے چند اسباق سطور ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں؛ تاکہ نگاہِ عبرت رکھنے والے اہلِ ایمان ان سے فائدہ اٹھائیں۔

کسی بھی واقعے سے سبق یا عبرت حاصل کرنا نگاہِ بصیرت عبرت پر موقوف ہوتا ہے،ایک ہی واقعے سے مختلف انداز سے سبق لیا جاتا ہے،واقعۂ معراج سے مستفاد اسباق پر بہت سے اہل قلم حضرات نے قلمبند کیا ہے،زیرِنظر رسالے میں انہیں اسباق کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے،رسالے کو ترتیب دینے میں عزیزم مفتی سید سلمان صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد نے کافی محنت سے کام کیا ہے،اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ رسالے کو قبولیت سے نوازے ،ذخیرۂ آخرت بنائے۔

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
خادم درالعلوم رشیدیہ حیدرآباد
مطابق ۲۱ / ربیع الثانی / ۱۴۴۳ھ
(2021/11/27)

سبق (۱) اللہ کی قدرت پر یقین

اتنا لمبا سفر چند لمحوں میں اللہ نے کرایا، آسمانوں کی سیر ہوئی، انبیاء سے ملاقات ہوئی، جنت و دوزخ کے مناظر دیکھے، اللہ سے ہم کلامی ہوئی اور نماز کا تحفہ لے کر واپس تشریف لائے، یہ سب کچھ صرف چند لمحوں میں ہوا۔

جو لوگ غیبی نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے، اور خدا کی قدرت کو اپنی قدرت جیسا سمجھتے ہیں ایسے عقل کے پجاریوں کے لیے سبق ہے کہ جب کوئی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو تو خواہ عقل اسے قبول کرے یا نہ کرے، مؤمن کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، ذائقہ غلطی کرسکتا ہے، اور انسان کی عقل قدم قدم پر ٹھوکر کھا سکتی ہے، لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات غلط نہیں ہوسکتی، اپنی معمولی سی عقل کے ترازو میں خدا کی زبردست قدرت کو تولنا ایسا ہی ہے جیسے رائی کو پہاڑ سے تولنا اور قطرے کو سمندر سے وزن کرنا۔

سبق (۲) ہر مشکل کے بعد آسانی ہے

حضرت محمد ﷺ کا تبلیغ اسلام کی پاداش مشکلات، مصائب، تکالیف، آزمائشوں، اذیتوں اور امتحانات سے دو چار ہونا، مکہ میں جان لیوا مظالم، جانثاروں کی مظلومانہ بے بسی اور حبشہ کی ہجرت، شعب ابی طالب کا تین سالہ محاصرہ و مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) قریشیوں کے ستم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ یہاں تک کہ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے حکم پر آپ ﷺ کے سر مبارک پر غلاظتیں انڈیلی گئیں، طائف میں ستانے والے کفار اور مکہ میں ٹھکرانے والے مشرکین کے مسلسل انکار و تکلیف کے بعد آپ ﷺ کی تسلی خاطر کیلئے واقعۂ معراج پیش آیا۔(۱)

---

(۱) رجب کی ستائیسویں شب کو اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو معراج کا شرف عطا کیا گیا، اگرچہ اس واقعہ کے زمان کے بارے میں کئی روایات موجود ہیں لیکن محققین کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا یعنی دسویں سال بعثت۔

اس واقعہ سے واضح کردیا گیا کہ تم نے نبی پر زمین کے دروازے بند کردیئے تو اللہ نے ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے، تم نے نبی کی امامت واقتدار کو قبول نہ کیا تو اللہ نے آپ ﷺ سے انبیاء کی امامت کروائی اور سب نے آپ ﷺ کی اقتدا کی، اہل زمین نے آپ ﷺ سے منھ پھیرا تو آسمان والے نے آپ ﷺ کا استقبال کیا، ہمارے حق پر ہونے کے باوجود بھی تکالیف آنے پر اللہ رب العزت معیت ہماری کامیابی کے لیے کافی ہے، حق پر ثابت قدمی پر مخلوق کی طرف سے آنے والی تکالیف کو خلوص وامید کے ساتھ برداشت کرنا خالق کی معیت ونصرت کی دلیل وپیش خیمہ ہے۔

سبق (۳) مصائب ہمیشہ نہیں رہتے

اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ہر مشقت کے بعد آسانی ہے، جس طرح رات کی تاریکی ہمیشہ نہیں رہتی، مصائب وتکالیف بھی ہمیشہ باقی نہیں رہتے، دنیا میں غربت، مرض، پریشانیاں، خلافِ مزاج امور ہمیشہ باقی نہیں رہتے، حضور اکرم ﷺ کو طائف والوں نے تکلیف دی تنگی پیش آئی اس کے بعد اللہ نے آپ کو عرش پر بلا کر استقبال کیا فرمایا کہ "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا"(۱)

سبق (۴) ابتداء میں پریشانی مسلم ہے

واقعے سے یہ بھی سبق ملا کہ دین کی محنت میں ابتداءً پریشانی ومصیبت کا شکار ہونا مسلم ہے، دین کی محنت میں ہر تنگی کے بعد آسانی ہے، دین کی محنت کرنے والے یہ ذہن بنالیں کہ جہاں ہم کو انبیاء علیہم السلام کی وراثت میں علم وعمل ملا ہے وہی پر ہمیں مصیبت پریشانی زخم سے

(۱) سورہ الم نشرح

چور چور ہونا بھی وراثہ انبیاء علیہم السلام سے ملا ہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا'' اے بیٹے دین کی محنت کرنا نیکی جانب دعوت دینا، برائی سے روکنا، اس کے بعد فوراً کہا کہ جب تم اس کام میں لگو تو تم پر ابتداء میں تکلیف مصیبت آنا مسلم ہے ،لہٰذا تم ان مصائب پر صبر کرتے رہنا اور صبر کرنا بڑا اہمت کا کام ہیں ۔ ''یابُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُور''(۱)

سبق (۵) خدمت دین تسخیر کائنات کا عمل ہے

خدمت دین تسخیر کائنات کا عمل ہے، دین حق کا داعی مثبت طریقہ پر خلوص کے ساتھ کسی بھی نوعیت کے ساتھ دعوت دینے پر ستایا جائے، لوگوں کی اذیتوں کے باوجود اپنے کام میں لگا رہے تو اللہ تعالیٰ کائنات کی ساری طاقتوں کو اس کے لئے مسخر کر دیتے ہیں، واقعۂ معراج میں ساری کائنات آپ ﷺ کے لئے مسخر کر دی گئی، حتیٰ کہ زمان ومکان بھی مسخر کر دئے گئے ۔

سبق (۶) ناامید نہ ہوں

ابتداء میں داعی کو آزمایا جاتا ہے، ثابت قدمی پر راحت کی زندگی مہیا کی جاتی ہے، دینی خدمات انجام دینے والا اگر اپنی دعوت میں ثابت قدم رہے تو آخر کار خدا اس کا حامی ومددگار بن جاتا ہے، خدا اپنے داعیوں کو آزماتا ضرور ہے مگر بے یارومددگار نہیں چھوڑتا، داعی کو دعوت کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ کی مدد ضرور آئے گی، گویا کہ بندہ آزمایا گیا، دبایا گیا، پست کیا گیا اور امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اٹھایا گیا، بلند کیا گیا، معراج سے ہمکنار ہوا، شعب بنی ہاشم کی نظر بندی اور طائف کے بازاروں میں رسوائی کا انعام افلاک کی نظر

(۱) سورہ لقمان، ۱۷

نوازی اور عرشِ بریں پر عزت افزائی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ

حضرت زکریا علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی، ان کی بیوی بانجھ تھی، حضرت زکریا علیہ السلام اپنی اولاد ہونے کے لئے مستقل دعاء کیا کرتے کرتے تھے، ''رب ھب لی من الصالحین'' اے اللہ مجھے نیک اولاد سے نواز دیں، دعامانگتے رہیں، ایک روایت کے اعتبار سے اسی سال کے بعد ان کی دعا قبول ہوئی، تاکہ وہ آپ اور آپ کے آباء واجداد کے علم اور نبوت کا وارث بنے۔ اللہ نے دعا قبول کی اور بیٹے کی بشارت دی اور اس کے سعادت مند ہونے کی علامتیں بھی بتائیں اور ان کی بیوی کے حاملہ ہونے کی یہ نشانی بتائی کہ وہ تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکیں گے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ان کو 120 سال کی عمر میں بیٹے کی نعمت سے نوازا، اس کا نام اللہ کے حکم سے آپ نے ''یحییٰ'' رکھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے بھی سرفراز کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنواں میں ڈال کر یعقوب علیہ السلام چھوٹا واقعہ بیان کیا لیکن یقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے انتظار میں رہیں اور دعا کرتے رہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس سال (ایک روایت کے اعتبار سے) کے بعد یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرایا تھا۔

یہ واقعات اور اس طرح کے ہزاروں واقعات یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے بندوں کو ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

سبق (۷) ثابت قدمی شرط ہے

واقعۂ معراج استقامت اور ثبات قدمی کا بھی پیغام دیتا ہے کہ دین کی راہ میں کیسی ہی دشوار گھاٹیاں آئیں مسلمان کو ثابت قدم رہنا چاہیئے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج سے پہلے انتہائی دشوار گھاٹیاں آئیں مکے کی تیرہ سالہ مشکل زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے، حالاں کہ اس پورے عرصے میں کافروں کی طرف سے آپ کو بار ہا ستایا گیا، ڈرایا گیا، دھمکایا گیا، نبوت کے ساتویں سال کفار قریش نے بنو ہاشم سے معاشرتی بائیکاٹ کیا، وہ وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کڑا امتحان کا وقت تھا، جہاں دین اسلام کی حقانیت کی آواز دبانے کے لیے تمام کفار قریش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بنو ہاشم سے ہر طرح کے تعلقات ختم کر لیے جائیں، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک اور تنہائی سے تنگ آ کر اسلام کی تبلیغ کرنا ترک کر دیں، یہ بائیکاٹ تین سال تک جاری رہا، ان تین سالوں میں مسلمانوں نے شعب ابی طالب جو کہ ایک تنگ گھاٹی ہے، میں پناہ لی، مسلمانوں تک بہت مشکل سے کھانے پینے کا سامان آتا تھا، بسا اوقات کئی کئی وقت کھانا نہیں آتا تھا، جس کی وجہ سے مجبوری میں درختوں کے پتے اور جڑی بوٹیاں کھا کر گزارہ کرنا پڑتا تھا، لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقصد سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے، بلکہ ہر آنے والا امتحان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم وہمت کو مزید پختہ کرتا رہا۔

طائف کے علاقے میں جب آپ تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں کے اوباش نوجوانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے خون سے بھر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچی، حضرت جبرائیل امین نے اس وقت پیغام پہنچایا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیں گے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا "اگر یہ بدنصیب لوگ ایمان نہیں لائے ہیں تو کیا ہوا، مجھے اللہ کی ذات سے پوری امید ہے

کہ شاید ان کی نسل سے کوئی ایسا پیدا ہو جو اللہ پر ایمان لے آئے۔" آپ ﷺ نے اس وقت بھی دشمن کو بد دعا کے بجائے دعا دی اور اللہ کی ذات سے امید لگائے رکھی، اللہ سے ناامید نہیں ہوئے اور اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے اور نہ حالات سے بددل ہوئے، بلکہ اپنے مشن پر لگے رہے اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تبلیغ کرتے رہے اور ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے اور ہمیں یہ سبق دیا کہ حالات چاہے کتنے مشکل کیوں نہ ہوں، لیکن آپ اگر حق پر ہوں تو کامیابی ضرور آپ کے قدم چومے گی اور راستے کے تمام مصائب خود ہٹتے چلے جائیں گے، مگر آپ کے پائے ثبات میں کسی طرح کا تزلزل نہ آیا اور آپ ﷺ دعوت دین پر ثابت قدم رہے۔

سبق (۸) دنیا دار المحن ہے

یہ واقعۂ معراج اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ دنیا دار المحن ہے، یہاں انسان کو قدم قدم پر تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نبی ﷺ نے معراج سے پہلے قدم قدم پر مشقتوں کا سامنا کیا اس کے برخلاف عالم بالا اور عالم آخرت مسلمان کے لئے راحت کا حقیقی مقام ہے، اس لئے دار المحن میں پیش آنے والی تکلیفوں پر آزردہ خاطر نہ ہونا چاہئے، یہاں کی چند روزہ تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے دین پر قائم رہیں گے تو ہمیشہ ہمیشہ کی راحتیں حاصل ہوں گی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا میں کسی کو راحت مل جائے تو تعجب کرے، اگر تکالیف آئیں تو تعجب کی بات نہیں ہے، عافیت کی جگہ میں عافیت مل جائے تو غنیمت اور قابل تعجب بات ہے، لوگوں میں ناامیدی یا جھگڑوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خلافِ عقل توقعات قائم کرلیے جاتے ہیں اور جو توقع پوری نہ ہو تو شکایت شروع ہو جاتی ہے۔

سبق (۹) رفعت شان کا اظہار

یہ واقعۂ معراج سے دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی رفعت شان بھی کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ایسے مقام پر پہنچایا جہاں تک نہ کوئی پیغمبر جاسکا اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ، سارے نبیوں میں یہ اعزاز صرف آپ ہی کو حاصل ہوا، حتی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پیچھے رہ گئے، اللہ نے نبیوں کی امامت کروا کر ساری انسانیت پر واضح کردیا کہ اب سب کے مقتداء صرف نبی آخر الزماں ہیں، آپ کا دین سارے دینوں پر غالب ہے، اس سے سبق ملا کے خدمت دین میں خلوص ویکسوئی سے لگے رہنے والا ایک دن قوم کا مقتداء بن ہی جاتا ہے، خدمت دین کی ابتدائی استدبار کو انتہاء میں استقبال سے مبدل فرمادیتے ہیں، آج جنہیں ہم قوم کا مقتداء دیکھتے ہیں، مدرسے کا ناظم، گھر کا ذمہ دار وغیرہ سب ابتداء میں محنت کے نتیجے میں ذمہ دار بنے ہیں، ہمیں ان کی ابتدائی زندگی سے سبق سیکھنا ہے کہ نہ انتہائی زندگی کی راحتوں کی طلب یا اس پر حسد کرنا ہے۔

سبق (۱۰) دعوتِ محبوب کے انداز

سفر معراج چونکہ آسمانی سفر تھا جو اس سے پہلے کسی نبی کو اس طرح میسر نہ ہوا اور نہ کبھی کسی کے لئے ہوسکتا ہے جو ایسا شخص رہبر ہو جو ان منزلوں بخوبی واقف ہو، چونکہ رہبر کو راستہ کا پتہ اور راستہ کی ہر منزل کا پتہ ہونا ضروری ہے اس کے لئے اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا، حضرت جبرئیل چھت کے ذریعہ گھر میں داخل ہوئے۔ ''ان رسول اللہ ﷺ قال: فرج عن سقف بیتی و انا بمکة، فنزل جبرئیل ﷺ''(۱)

کسی کو دعوت دینے کے مندرجہ ذیل تین مختلف انداز اور ڈھنگ ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء؟ حدیث ۳۴۹: دار طوق النجاۃ، بیروت

(۱) پیغام بھیجنا:۔کسی کو بلانے کا انداز یہ ہے کہ دوست فقط خط کے ذریعہ یا فون کر کے دوسرے دوست کو دعوت یا پیغام بھیج دے،مدعو اپنی سواری کا بندوبست کر کے اپنی کوشش سے دوست کے پاس پہنچ جائے (۲) سواری بھیجنا:۔جہاں پیار ومحبت کا لحاظ اور پاسداری زیادہ ہو وہاں فقط پیغام نہیں بھیجتے بلکہ ساتھ گاڑی بھی بھیجی جاتی ہے تاکہ دوست اس پر سوار ہو کر ملنے کے لئے چلا آئے، دوست کو بلانا اور ساتھ گاڑی بھی بھیجنا یہ فقط بلاوا بھیجنے سے کہیں زیادہ عزت اور احترام واکرام کی بات ہوتی ہے۔

(۳) نمائندہ بھیجنا:۔فقط گاڑی بھیج دینا بھی خوشی کی بات ہے،لیکن اگر بلوانے والا اپنی بارگاہ سے نہایت مقرب شخص کو بطورِ نمائندہ بھی بھیج دے اس شان اور انداز سے بلایا جائے تو پھر خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔

شب معراج محبوب حقیقی نے اپنے محبوب کو بلانے کے لئے پیغام نہیں بھیجا بلکہ اپنی کائنات کی سب سے بڑی سواری بھیجی،رسول پاک ﷺ کی سواری کے لئے اللہ جل مجدہٗ نے براق بھیجا اور ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کا مقیم،عالم خلائق کا سب سے بڑا شہسوار اپنا نمائندہ خاص بنا کر بھیجا کہ محبوب! اس براق پر سوار ہو کر میرے اس نمائندہ کے ساتھ میرے پاس آجائے۔

سبق (۱۱) دعوت دینے میں ادب

اس سے ہمارے لئے ایک یہ سبق بھی ملا کہ جب اکابر علماء کو اپنے گھریلو مسائل میں بطور فیصل بلائیں،نکاح کے بیان کے لیے بلائیں،کسی اور موقع سے وعظ ونصیحت کے لئے مدعو کریں تو اس طریقۂ دعوت کا لحاظ رکھیں،بعض مرتبہ لوگ بیڈ روم میں بیٹھ کر پتہ بتاتے رہتے ہیں،رہبر کو بھیجنا گوارا نہیں کیا جاتا،مدعو کئی کلومیٹر سفر کر کر آیا،اور یہ جناب گھر اور گلی سے بھی باہر آنا گوارا نہیں کرتے ہیں۔

سبق (۱۲) رہبر راستہ سے واقف ہو

اس سے یہ سبق بھی ملا کہ رہبری کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کریں جو راستہ سے مکمل واقف ہو درمیان سفر میں خاص جگہوں کا تعارف کراتا رہے، واقعۂ معراج میں حضرت جبرئیلؑ نے حضور اکرم ﷺ کو درمیان میں جنت وجہنم کا سفر کرایا اور عذاب کا مشاہدہ کراتے ہوئے اس کی وجہ بھی بتلائی، مدین، مدینہ، بیت اللحم کا تعارف کرایا ۔

سبق (۱۳) قابل دید مقامات کی سیر کرنا

واقعہ میں حضرت جبرئیلؑ نے حضور اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے سفر کا آغاز فرمایا اور اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ آپ سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد جا کر نماز ادا کرتے تھے ۔

واقعہ اسراء ومعراج سے مساجد کی اہمیت اور مسلم معاشرہ میں مساجد کا کلیدی کردار سمجھ میں آتا ہے؛ اس لئے کہ یہ سفر مسجد سے شروع ہوا اور مسجد ہی پر اختتام کو پہونچا ایسا اس لئے کیا گیا تا کہ امت پر مساجد کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے ۔

سبق (۱۴) سواری زور فتار ہو

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: شق صدر کے عمل سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ مسجد حرام کے دروازے پر ایک سفید رنگ کی سواری خچر گھوڑے سے چھوٹا دراز گوش (گدھے) سے بڑا ہے لایا گیا۔ ”ثم اتیت بدابة دون البخل وفوق الحمار أبیض “اس کا ہر قدم حد نگاہ پر پڑتا ہے۔”یضع خطوہ عند اقصیٰ

طرفه"(۱)

حضرت انسؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس معراج کی رات میں براق لایا گیا،جس عمدہ لگام ڈالی ہوئی تھی ،اس پر خوبصورت زین بچھی ہوئی تھی،تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پرسوار ہو،براق کو نبی کا اپنے اوپر سوار ہونا دشوار معلوم ہو،تو براق کو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ: تجھے یہ دشواری کیوں معلوم ہو رہا، اللہ کی قسم تیرے اوپر کوئی شخص آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر سوار نہیں ہوا، یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہوگیا۔

سفر کے موقعہ پر ایسی سواری کا انتظام کیا جائے رفتار کے اعتبار سے بھی تیز ہو اور آرام کے اعتبار سے بھی مہمان کے لئے راحت بخش ہو،اور دیکھنے کے اعتبار سے اعلیٰ وعمدہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیز رفتار قصواء اونٹنی

قصواء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا، یہ وہی اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تھی۔ یہی وہ اونٹنی بھی ہے جس کے اوپر میدان عرفات میں واقع ایک پہاڑ جبل رحمت جسے جبل عرفہ بھی کہتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کیا تھا۔میدان عرفات میں جس جگہ یہ اونٹنی کھڑی ہوئی تھی وہاں ایک سفید لوح نصب ہے۔

☆ آپؐ جب کسی صحابی کو کسی اہم مہم کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے قصواء پر بھیجتے تھے۔ ذو القعدہ ۹ ہجری کو نبی کریمؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔قافلے

---

(۱)سنن نسائی ،کتاب الصلاۃ ، باب فرض الصلاۃ ،حدیث ۴۵۰:،الوفا بتعریف فضائل المصطفی، ابن الجوزي ۱۶۲/۱:، دار المعرفة۔

ذوالقعدہ ۹ ہجری کو نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ قافلے کی روانگی کے بعد سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوتی ہیں جن میں مشرکین سے کیے گئے عہد و پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے آجانے کے بعد رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا تا کہ وہ آپؐ کی جانب سے اعلان کر دیں۔ خون اور مال کے عہد و پیمان میں عربوں کا دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کروائے۔ خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو قصواء پر سوار کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا۔

☆ رسولِ اکرمؐ کو قصواء اس قدر محبوب تھی کہ اسے دیگر اُونٹنیوں کی طرح کھونٹے سے باندھ کر نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ اسے کھلا چھوڑا جاتا تھا۔ قصواء کا دائمی مسکن جنت البقیع کے قریب ایک چراگاہ تھی۔ قصواء وہاں قرب و جوار کی جھاڑیوں سے چرتی تھی۔ رسولِ اکرمؐ قصواء کو پیار سے کبھی 'جدعائ' کبھی کہہ کر بلاتے۔ کبھی 'قضبائ' اور کبھی 'عصباء' کہتے۔ گویا یہ سب قصواء کے نام ہیں۔ قصواء کو اُونٹوں کے دوڑ کے مقابلوں میں بھی کبھی کبھار شریک کرایا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: ''جب کبھی قصواء کو اُونٹوں کے مقابلوں میں شریک کروایا گیا تو قصواء دوڑ میں ہمیشہ بازی لے گئی''۔

☆ حضرت سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوڑ کے مقابلے میں قصواء پیچھے رہ گئی اور دوسری اُونٹنی اس پر سبقت لے گئی۔ اس پر مسلمانوں کو افسوس ہوا۔ جب نبی کریمؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ''دنیا کی چیزوں میں جس چیز کو لوگ بہت زیادہ بلند مقام دینے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے اس کے مقام سے گراتا ہے''۔

قصواء رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں ۱۱ سال تک رہی۔ آپؐ کی وفات جہاں تمام صحابہ کرامؓ کے لیے عظیم صدمہ تھا وہاں قصواء کے لیے بھی حضورؐ کی وفات کسی بڑی مصیبت سے کم نہ تھی، صحابہ کرامؓ اس

صدمے سے نکل آئے مگر قصواء کو رسولِ اکرمؐ کی جدائی برداشت نہ ہوسکی۔شدتِ غم کی وجہ سے خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہی۔قصواء نے کھانا پینا ترک کردیا۔آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہتے تھے، یہاں تک صحابہ کرامؓ نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ رسولِ اکرمؐ کی وصال کے بعد قصواء پر کوئی سوار نہ ہوا، پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ایک سال بھی پورا نہیں ہوا کہ قصواء بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔(۱)

سبق:(۱۵) توکل اسباب کے ترک کرنے کا نام نہیں

مسجدِ اقصیٰ کے پہونچنے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سواری کو کھوٹی سے باندھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام افعال واسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے دراصل 'توکل' انسان کی باطنی کیفیت کا نام ہے جو دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی ہے اور عمل کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔''توکل'' اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر اعتماد کا دوسرا نام ہے،مومن کا اگر یہ عقیدہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے وہ تمام تدابیر اختیار کرے گا جس کو شریعت نے مشروع کیا ہے تو کامیابی یقینی ہے اور وہ تمام تدابیر جو بظاہر کتنی ہی مؤثر نظر آتی ہوں مگر خلاف شریعت ہوں، انہیں اختیار کرے گا تو وہ ضرور ناکام ہوگا،تو دراصل وہ شریعت کی رو سے متوکل باللہ ہے،توکل ترک اسباب کا نام ہرگز نہیں اور نہ ہی کسی مؤمن کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ صرف اسباب پر بھروسہ کرلے اور مسبب الاسباب کو بھول جائے چاہے وہ جائز اسباب ہی کیوں نہ اختیار کررہا ہو،اسباب کا اختیار کرنا تو ضروری ہے مگر اس کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ٹپک رہا ہو کہ ان اسباب میں تاثیر ڈالنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے،یعنی اصل توکل علی اللہ ہے اور یہی توحید باللہ ہے،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''معارف القرآن'' میں لکھتے ہیں:''توکل ترک اسباب اور

(۱)الرحیق المختوم:۲۴۱

ترک تدابیر کا نام نہیں ۔بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاءؑ اور تعلیمات قرآن کریم کے خلاف ہے‘‘ ۔(۱)

اب اللہ تعالیٰ کے قانون پر اعتماد کو ایک مثال سے سمجھئے ۔مثلاً قرآن کریم کہتا ہے زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے،اور سود لینے سے مال گھٹتا ہے،اب بظاہر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی، کیونکہ زکوٰۃ دینے سے مال گھٹتا نظر آتا ہے اور سود لینے سے بڑھتا نظر آتا ہے ۔مگر ہمیں یقین یہی ہونا چاہے کہ زکوٰۃ دینے سے مال بڑھے گا اور سود لینے سے مال گھٹے گا ۔اب زکوٰۃ دینے سے مال کس طرح بڑھے گا،یہی وہ بات ہے جس کو سمجھ لینے سے اسباب اختیار کرنا اور توکل کا مفہوم سمجھ میں آجائے گا ۔مثلاً آپ کے پاس سال کے آخر میں ایک لاکھ روپے ہیں تو آپ اس میں سے ۲۵۰۰ روپے زکوٰۃ ادا کریں گے،اب آپ کے پاس جو بقایا ۹۷۵۰۰ روپے بچ گئے ہیں اگر ان کو سارا سال تجوری میں بند کرکے رکھ دیں گے تو وہ خود بخود نہیں بڑھ جائیں گے،بلکہ آپ کو اس رقم کو کسی ذریعہ تجارت میں لگانا پڑے گا تاکہ اس مال میں برکت کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اسے پہنچ سکے اس کا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت ڈالنے کے لئے اسے تجارت میں لگوانے کا محتاج ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت جاری ہے ۔(۲)

سبق:(۱۶) اللہ کے گھر میں حاضری سے قبل دل کو گناہوں سے دھونا

’’آپ کو جگا کر مسجد حرام کی طرف لے گئے جب آپ حطیم میں جا کر سو گئے تو جبرئیل،میکائیل،اور

(۱)(معارف القرآن،صفحہ ۲۲)

(۲)سنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة بني إسرائيل،حديث ٣١٣١؛مسند احمد ،حديث ١٢٦٧٢؛ اسناده صحيح

سبق:(۱۶) اللہ کے گھر میں حاضری سے قبل دل کو گناہوں سے دھونا

’’آپ کو جگا کر مسجد حرام کی طرف لے گئے جب آپ حطیم میں جا کر سو گئے تو جبرئیل، میکائیل، اور ایک تیسرے فرشتے علیہم السلام آئے، اس وقت آپ کے ایک طرف حضرت حمزہؓ تھے اور دوسری طرف آپ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ تھے، ان فرشتوں نے یہاں پہنچ کر کہا: دونوں آدمیوں کے درمیان میں لیٹے ہوئے قوم کے سردار کو لے چلو، وہ آپ کو اٹھا کر زمزم کے کنویں کے پاس لائے اور یہاں لا کر آپ کو لٹا دیا گیا، اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے بڑھے اور آپ کی پسلی کی ہڈیوں کے درمیان میں گڑھا تھا، وہاں سے پیٹ کے نیچے تک چاک کیا، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ’’فاستخرج قلبی ، فأتیت بطست من ذهب مملوأة إيمانا و حكمة فغسل قلبي تم حشي ثم اعيد‘‘[۱]

اس کے بعد جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے کہا مجھے ایک طشت میں زمزم کا پانی دو، ان کا قلب پاک کروں، سینہ کھول دوں اور سینہ کو ٹھنڈک اطمینان اور ایمان سے بھر دوں اس کے بعد جبرئیلؑ نے آپ کا قلبِ مبارک باہر نکالا اس کو چاک کر کے تین مرتبہ دھویا، اور جو کچھ میل تھا اس کو نکال ڈالا، یہ میل غالباً اس سیاہ دانہ کا کچھ بقیہ حصہ رہا ہوگا جو اس وقت آپ کے قلب مبارک سے نکالا گیا تھا جبکہ آپ بنی سعد میں اماں حلیمہؓ کی پرورش میں تھے۔[۲]

جب حضور اکرم ﷺ کے قلب اطہر کو اللہ رب العزت کے دربار میں جانے سے قبل غسل دیا گیا ،تو ہم کو بھی مساجد جانے قبل اہل اللہ کی مجالس میں شرکت سے قبل اپنے دل کو گناہوں سے، برے عزائم سے ناپاک ارادوں سے دھو نالینا چاہیے۔

---

۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب المعراج، حدیث ۳۸۸۷:، دارطوق النجاۃ، بیروت۔

(۲) نشر الطیب

سبق (۱۷) رات میں سفر کی حکمتیں

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا آیت کے اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کا سفر رات میں شروع ہوا ہے۔

رات میں سفر کرنے سے سفر جلدی طے ہو جاتا ہے حدیث میں مذکور ہے ”علیکم بالدُّلجة فإن الأرض تُطوی باللیل“(۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کی رہنمائی فرما رہے ہیں کہ وہ رات کو سفر کیا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسافر جب رات کو سفر کرتا ہے تو زمین کو اس کے لیے لپیٹ دیا جاتا ہے چنانچہ وہ رات کو اتنی مسافت طے کر لیتا ہے جتنی دن کو نہیں کر سکتا، کیونکہ رات کو چوپائے میں چلنے کی زیادہ طاقت ہوتی ہے، اگر دن میں آرام کر کے وہ تازہ دم ہو چکا ہو تو اس کی چال میں کئی گناہ اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح انسان بھی رات کے وقت زیادہ آسانی سے چلتا ہے کیونکہ گرمی نہیں ہوتی ہے۔اسی طرح گاڑیوں پر بھی رات کے وقت گرمی کی شدت کم ہو جاتی ہے۔

سبق (۱۸) محبوب سے رات میں ملاقات کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو رات میں اپنے پاس بلایا آپ ﷺ سے ملاقات فرمائی آپ کو ہدیہ وغیرہ سے نوازا، اور جنت وجہنم کا دیدار کرایا معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت ہو یا رسول ﷺ سے محبت ہو رات میں اپنے اوقات کو عبادت اور ذکر میں گزارنا چاہیئے۔

یہ ایک عاشقانہ اور والہانہ عبادت ہے قرب خداوندی اور محبت رسول کا زینہ ہے خود حضور اکرم ﷺ نے نماز تہجد مسلسل پابندی کے ساتھ ادا فرمائی اور تہجد گزار بندے کے لیے چار نمایاں

(۱)علیکم بالدلجة، فإن الارض تطوی باللیل۔ ہ
أبو داود (2571)

خصوصیات بیان فرمائی: ''قیامِ لیل کے پابند ہو جاؤ؛ کیوں کہ:

(1) یہ تم سے پہلے کے صالحین کا شیوہ رہا ہے۔

(2) یہ رب سے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔

(3) یہ گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

(4) اور یہ گناہوں سے باز رہنے کی تدبیر ہے''۔

سبق (۱۹) مقدس مقامات پر نماز کا اہتمام

(۱) آپ ﷺ براق پر سوار ہو کر جا رہے تھے راستہ میں ایک سرسبز علاقے سے گزر ہوا وہاں جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھ لیجئے آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی ہے جہاں آپ ہجرت کریں گے۔''انزل فصل، ففعلت، فقال: اتدری این صلیت ؟صلیت بطیبة والیها المهاجر ''(۱)

(۲) پھر ایک جگہ رک کر نماز پڑھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وادی سینا میں شجرۂ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی ہے، جہاں حق جل شانہٗ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔''اتدری این صلیت ؟صلیت بطور سیناء حیث کلم اللہ عز وجل موسی علیہ السلام''(۲)

(۳) پھر ایک اور زمین پر گذر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اتر کر نماز پڑھئے نماز کے بعد فرمایا: یہ مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا۔''اتدری این صلیت ؟قلت اللہ اعلم قال :

(۱) سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب فرض الصلاۃ، حدیث ۴۵۰:۔

(۲) سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب فرض الصلاۃ، حدیث ۴۵۰:۔

صلیت بمدین "(۱)

(۴) ایک اور جگہ پہنچنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اتر کر نماز پڑھیں نماز کے بعد فرمایا یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ "اتدری این صلیت ؟صلیت ببیت لحم حیث ولد عیسی علیه السلام "(۴)

حضور اکرم ﷺ کا مقدس مقامات پر نماز پڑھنا حضرت جبرئیلؑ کا پڑھنے کا مشورہ دینا اس سے اس بات کا سبق ملتا ہے کہ جب کسی تفریحی مقامات پر یا کسی پرانی مساجد یادگار تاریخی مقامات جائے تو ضرور وہاں کچھ دیر عبادت کرنا چاہیئے تاکہ یہ مقامات کل بروز قیامت میں ہمارے لئے گواہی پیش کریں۔

دلی کا پرانہ قلعہ قطب مینار، گولکنڈہ، چارمینار کی سیر میں نماز پڑھنا یاذ کرواذ کار کرنا چاہیے سیلفی لیکر گناہ کمانے کے بجائے نماز پڑھ کر ثواب حاصل کرلینا چاہیے۔

سبق (۲۰) عبدیت شان بشریت ہے

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شب معراج حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام پورے راستہ میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہونچ گئے، براق اپنے رکنے کی جگہ ٹھر گیا، میں نے اس کو وہاں باندھا، یہ یہی انبیاء کرام کے اترنے کی جگہ تھی، تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام میرے پاس جمع ہو گئے، میں نے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسی علیہم الصلوۃ واسلام کو بھی دیکھا، میں سمجھ رہا تھا کہ ان کا کوئی امام بھی ہوگا اتنے میں حضرت جبرئیل نے مجھے آگے بڑھایا اور میں

(۱) دلائل النبوۃ، للبیھقی ۲: ۳۵۵/، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، مسند بزار، حدیث ۳۴۸۴: المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۲۱۴۲۷: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نے ان کی امامت فرمائی، پھر میں نے ان سے ان کی بعثت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: ہم سب توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔(۱)

قرآن مجید میں اسراء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا "**سبحان الذی اسریٰ بعبدہ**" پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات میں لے چلیبلکہ یہ بتلانا تھا کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے لفظ عبد کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے، مقام عبدیت سب سے اونچا مقام ہے، ہر فضیلت والے موقع پر اللہ نے آپ کے لئے لفظ عبد اختیار فرمایا ہے، جس میں اشارہ ہے کہ آپ عبدیت کے نہایت بلند مقام پر فائز ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں ہر قسم کی سربلندی کامل عبودیت سے حاصل ہوتی ہے، پتہ چلا کہ بندہ کسی بھی کمال کو پالے مگر عبدیت ہی اعلیٰ شان ہے، اپنے بندہ ہونے کو ہرگز نہ بھولے۔

سبق (۲۱) بیت المقدس تمہارا قبلہ ہے

واقعۂ معراج قبلہ اول بیت المقدس کے سلسلہ میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے، یہیں سے آپ کو معراج نصیب ہوئی، سیرت نبوی کا اہم ترین سفر جہاں سے شروع ہوا ہے وہ اپنے آپ میں بڑی حیثیت کا حامل ہے، واقعہ جس قدر یادگار ہے، سفر کی ابتداء اور انتہاء بھی یادگار ہونی چاہیے، اور یہ آپ اور سارے مسلمانوں کا قبلۂ اول تھا، جہاں آپ نے سارے نبیوں کی امامت فرمائی، حضرت عمرؓ نے معراج کے اس سبق کو یاد رکھا اور راس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کو آزاد کرایا، لیکن افسوس موجودہ دور کے مسلمان بیت المقدس کی آزادی اور قبلۂ اول کی بازیابی سے بالکلیہ غافل ہیں، یہودی آئے دن اس کی توہین کر رہے ہیں، اور اس کے صحن میں موسیقی کی محفلیں منعقد کر رہے ہیں اور اسے ڈھانے کی ساری تدبیریں

(۱) کنز العمال للمتقی، حدیث: ۳۱۸۵۲

مکمل کر چکے ہیں،لیکن عالم اسلام غفلت سے دو چار ہے۔

سبق (۲۲) عالمی قیادت

واقعہ معراج قیادت کی تبدیلی ہے اور اس بات کا اشارہ ہے کہ عالمی قیادت بنی اسحاق کے ہاتھوں سے لے کر بنی اسماعیل کے حوالے کر دی گئی،مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت اس بات کا لطیف اشارہ ہے کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوموں کے لئے نبی آخر الزماں کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں،اب پچھلی ساری شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ساری قوموں کو آخری پیغمبر کے تابع ہونا پڑے گا،اور مسلمانوں کو پیغام دیا جارہا ہے کہ وہ اسلام کو لے کر اقطاع عالم میں پھیل جائیں مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت کا مطلب یہی ہے کہ اب اسلام ساری اقوام عالم کا واحد دین ہے۔

سبق (۲۳) امامت کا حقدار

معراج کے موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی تھی اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کیلئے آگے بڑھایا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب مجلس میں کوئی کئی قابل اقتداء حضرات موجود ہو تو اپنی طرف سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے بلکہ حقدار کو آگے بڑھنا کی کوشش چاہئے جہاں پہلے سے امام طے ہو وہاں بھی دخل اندازی نہ کرے۔

سبق (۲۴) عہدے کی طلب نہ ہو

حضرت جبرئیلؑ نے ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے اندر بڑا بننے کا شوق نہ رکھیں،آپ کے اندر اگر وہ صلاحیت ہے تو قوم آپ کو وہ مقام تک ضروری پہونچائے گی اور حدیث میں یہ بات ملتی ہے کہ جو عہدہ طلب کرنے سے ملتا ہو اس میں اللہ کی مدد نہیں ہوتی

جوعہدہ بغیر طلب کے یا بغیر خواہش کے ملے اس میں اللہ کی مدد رہتی ہے، اس لئے ہم اپنے اندر عہدوں کی طلب نہ رکھیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا

دوسرا مسئلہ: اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ سے یہ معلوم ہوا کہ کسی سرکاری عہدہ اور منصب کو طلب کرنا خاص صورتوں میں جائز ہے، جیسے یوسف (علیہ السلام) نے خزائن ارض کا انتظام اور ذمہ داری طلب فرمائی۔ مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب کسی خاص عہدہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ کوئی دوسرا آدمی اس کا اچھا انتظام نہیں کرسکے گا اور اپنے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ عہدہ کے کام کو اچھا انجام دے سکے گا، اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ایسی حالت میں عہدہ کا خود طلب کرلینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ حُبّ جاہ و مال اس کا سبب نہ ہو بلکہ خلق اللہ تعالیٰ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق پہنچانا مقصود ہو، جیسے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے سامنے صرف یہی مقصد تھا اور جہاں یہ صورت نہ ہو تو حدیث میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے خود کسی عہدہ کی درخواست کی اس کو عہدہ نہیں دیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ (رض) سے فرمایا کہ کبھی کوئی امارت طلب نہ کرو کیونکہ تم نے خود سوال کر کے عہدۂ امارت حاصل بھی کرلی تو اللہ تعالیٰ کی تائید نہیں ہوگی جس کے ذریعہ تم لغزشوں اور خطاؤں سے بچ سکو اور اگر بغیر درخواست اور طلب کے تمہیں کوئی عہدہ مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و اعانت ہوگی جس کی وجہ سے تم اس عہدے کے پورے حقوق ادا کرسکو گے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کسی عہدہ کی درخواست کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا"

انّا لن نّستعملَ عَلیٰ عَملنا مَن اَرَادَهٗ ”یعنی ہم اپنا عہدہ کسی ایسے شخص کو نہیں دیا کرتے جو خود اس کا طالب ہو۔

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا طلب عہدہ خاص حکمت پر مبنی تھا مگر حضرت یوسف (علیہ السلام) کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ مصر کافر ہے اس کا عملہ بھی ایسا ہی ہے اور ملک پر ایک طوفانی قحط آنے والا ہے، اس وقت خود غرض لوگ عام خلق اللہ پر رحم نہ کھائیں گے اور لاکھوں انسان بھوک سے مر جائیں گے، کوئی دوسرا آدمی ایسا موجود نہ تھا جو غریبوں کے حقوق میں انصاف کرسکے، اس لئے خود اس عہدہ کی درخواست کی اگرچہ اس کے ساتھ کچھ اپنے کمالات کا اظہار بھی بضرورت کرنا پڑا تاکہ بادشاہ مطمئن ہو کر عہدہ ان کو سپرد کر دے، اگر آج بھی کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ کوئی عہدہ حکومت کا ایسا ہے جس کے فرائض کو کوئی دوسرا آدمی صحیح طور پر انجام دینے والا موجود نہیں اور خود اس کو یہ اندازا ہے کہ میں صحیح انجام دے سکتا ہوں تو اس کے لئے جائز ہے بلکہ واجب ہے کہ اس عہدہ کی خود درخواست کرے مگر اپنے جاہ ومال کے لئے نہیں بلکہ خدمت خلق کے لئے جس کا تعلق قلبی نیت اور ارادہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ پر خوب روشن ہے۔(۱)

اجازت لینے کا انداز

آسمان دنیا پر پہنچ کر جبرئیل امینؑ نے دروازے پر دستک دی تو پوچھا گیا من انت؟ آپ کون ہے؟ قال: جبرئیل! فرمایا جبرئیل ہوں! پوچھا گیا: ومن معک؟ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا: وقد بعث الیہ؟ کیا ان کو بلانے کے لئے یہاں سے بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا

(۱) معارف القرآن، سورہ یوسف، ج:5، ص:90، ط: مکتبہ معارف القرآن

:ہاں! آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اس پر ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا اور فرشتوں نے کہا: مرحبا و اھلا“ آپ کا آنا مبارک ہو سے استقبال کیا۔”قیل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح“(۱)

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب کوئی کسی کے گھر جائے اور دروازہ کھٹکھٹائے اور اندر سے آنے والے کے متعلق دریافت کیا جائے تو آنے والے کو اپنا نام ذکر کرنا چاہیئے،”میں“ کہنا درست نہیں۔

اجازت لینے سے متعلق چند ضروری مسائل

مسئلہ:کسی کے دروازے پر جا کر آواز دی اس نے کہا:کون؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ ُمیں‘ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔بلکہ جواب میں اپنا نام بتائے کیونکہ ُمیں‘ کا لفظ تو ہر شخص اپنے کو کہہ سکتا ہے۔(۲)

مسئلہ:اگر گھر والے اجازت نہ دے تو ناراض نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خوشی خوشی واپس آجانا چاہیئے۔کیو نکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت اس سے زیادہ اہم کام میں مصروف ہو۔اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے آؤ۔یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے او رجو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔(۳)

ہاں! اگر کوئی شخص کسی کو بلائے اور وہ بلانے والے کے ساتھ ہی آئے تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:رسول اکرم ﷺ نے

۱)(صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب المعراج،حدیث ۳۸۸۷:،دارطوق النجاۃ،بیروت)

(۲)(ترمذی،حدیث ۲۷۱۱:)

۳)سورہ نور،آیت : ۲۷ ۔ ۲۸

ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی شخص بلایا جائے اور وہ اسی بلانے والے کے ساتھ آئے تو یہی (بلانا) اس کے لئے اجازت ہے۔(ابوداؤد)

یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کہ فوراً آئے اور قرائن سے معلوم ہو کہ گھر والا انتظار میں ہے، اندر پردہ ہو چکا ہے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر دیر میں آئے تو اجازت حاصل کرے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کیا۔ (۱)

مسئلہ: کسی کے گھر میں بلا اجازت جھانکنا بھی منع ہے کیونکہ گھر کے اندر عورتوں پر پردہ کے بارے میں وہ اہتمام کرنا جو باہر ہوتا ہے ضروری نہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے اجازت سے پہلے پردہ ہٹا کر مکان کے اندر نظر کی اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لئے حلال نہ تھا اور اگر (گھر والوں میں سے) کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر کچھ نہیں اور اگر کوئی شخص ایسے دروازے پر گیا جس پر پردہ نہیں اور اس کی نظر گھر والے کی عورت پر پڑ گئی تو اس کی غلطی نہیں۔(۲)

سبق (۲۵) مہمان کے لئے کئی چیزیں پیش کرنا

بیت المقدس کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آسمانوں کی سیر اور ہر آسماں پر دوبارہ انبیاء سے ملاقات کے بعد بیت المعمور پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشروبات پیش کی گئیں جن میں ایک شراب کا پیالہ تھا، دوسرا دودھ کا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ منتخب فرمایا، تو کہا گیا کہ آپ نے درست کام کیا ہے، آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالی آپ کی امت کو فطرت پر رکھیں گے۔ "ثم

---

(۱) اسلامی اخلاق وآداب، ص: ۱۰۰

(۲) ترمذی، حدیث: ۲۷۰۷

اتیت بانائین احدھما خمر ،والآخر لبن ،فعرضاعلی فاخترت اللبن،فقیل :اصبت

اصاب اللہ بک امتک علی الفطرۃ‘‘(۱)

آپ ﷺ کے لئے کئی مشروبات پیش کی گئیں جن میں ایک شراب کا پیالہ تھا،دوسرا دودھ کا اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ مہمان کے سامنے چند چیزیں پیش کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ وہ جو پسند کریں وہ کھالے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کی مہمان نوازی

اکابر علماء دیوبند میں ایک معروف نام مولانا حسین احمد مدنی ؒ کا ہے،جن کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع تھا،ملکی،رفاہی،تنظیمی تدریسی،تعلیمی وتربیتی پر مشتمل تھا،اس اعتبار سے مہمانوں کی بکثرت آمد رہتی تھی،اور آپ کا فطری مزاج ایثاروسخاوت اور مہمان نوازی کا بھی تھا،لہذا جب دسترخوان پر کوئی مہمان موجود نہ ہوتے تو فوراًدریافت فرماتے اور دسترخوان پر بٹھاتے،اکثر یہ فرماتے تھے میری خواہش ہے کہ میرے گھر میں مہمانوں کی ضروریات کے علاوہ اور کوئی چیز نہ ہو،ایام مرض میں بھی سب کے منع کے باوجود جب تک سکت رہی کھانے کے وقت مہمان خانے پر برابر تشریف لاتے رہے،اگر کبھی کوئی شخص مہمان کے ساتھ بدخُلقی سے پیش آیا اور آپ کو علم ہوا تو انتہائی غصہ ہوتے،غیر مسلم مہمان کے لئے اس سے دریافت کرکے سبزی پکواتے یا بازار سے غیر مسلم کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا منگوا کر اپنے ہاتھ شریک کرتے تھے،اگر غیر مسلم گوشت خور ہوتا تو اس کو عام دسترخوان پر بٹھاتے تھے۔(۲)

(۱) صحیح مسلم،کتاب الایمان،حدیث ۱۶۴:،داراحیاءالتراث العربی،بیروت

(۲) شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ کے ایمان افروز واقعات،ص:۱۱۳۔۱۱۶

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی مہمانوں کے لئے کئی قسم کے پکوان

حضرت شیخؒ کے یہاں مہمانوں کی کثرت اورآپ کی مہمان نوازی اپنے زمانہ میں مشہور ومعروف تھی،مہمانوں کی تعداد کبھی سینکڑوں تک اور رمضان میں ہزاروں تک بھی پہونچ جاتی تھی،حضرت شیخؒ کے یہاں اکرام ضیف کاایک تقاضہ یہ بھی تھا کہ عزیز مہمانوں کے مرغوبات کا بھی علم ہوتا تو ان کے مہیا کرنے کا خاص اہتمام تھا،حضرت شیخؒ دسترخوان کی پوری نگرانی فرماتے،مہمانوں کو علی حسب مراتب’’انزلوا القوم منازلھم‘‘پرعمل کرتے تھے،ترتیب سے بٹھاتے،ان کے مرغوبات کو ان کے سامنے رکھتے تھے،مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے مرض نقرس کی وجہ سے گوشت سے پرہیز تھا،حضرت شیخؒ نے تقریباً آٹھ سے دس ترکاریوں کا کھانے تیار کرنے کاحکم دیااورمیں جب تک وہاں رہا گوشت سے دست کش رہے۔(۱)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی انوکھی دعوت

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے مولاناؒ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی لیکن مکان کی دوری اوروقت کی قلت کی بناء پر مفتی صاحبؒ کے گھر پر حاضری ممکن نہیں تھی مفتی صاحبؒ نے فرمایا اگر آپ میرے گھر آئیں گے مکان کی دوری اوروقت کی قلت کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوگی لہٰذا یہ میں آپ کی خدمت میں سو(۱۰۰)روپئے پیش کرتا آپ اپنی مرضی سے جو چاہیں اور جہاں چاہیں کھالیں مولانا ادریس صاحبؒ نے اس نوٹ کو لے کر اپنے سر پر رکھ لیااور بڑی خوشی کا

(۱)حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کاندھلوی۔اورعلی میاں ندویؒ۔۲۲۳۔۲۲۵

اظہار فرمایا۔(۱) حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ کی مہمان نوازی بستی نظام الدین اولیاءؒ میں مہمانوں کی کثرت رہتی تھی حضرت مولانا محمد الیاسؒ ہمیشہ مہمانوں ہی کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے،مولانا یوسف صاحبؒ کی عمر ۱۲۔۱۳ تھی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے مہمانوں کو ناشتہ کرانے،کھانا کھلانے اور اس سلسلہ کی دوسری خدمتیں اس کم عمری میں مولانا یوسف صاحبؒ کی سپرد کردی تھیں ،مولانا روزانہ اندر سے کھانا لاتے اور فارغ ہونے کے بعد برتن لے جاتے تھے۔(۲)

حضرت مولانا محمد علیؒ کی مہمانوں کے لئے کئی قسم کے پکوان

مولانا محمد علی صاحبؒ اپنی شخصیت اور سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کے قد آور لیڈر جانے جاتے تھے،اس اعتبار سے ملنے والوں میں ہر مذہب کا آدمی اور ہر نظریہ کا آدمی شامل تھا،سیاسی کارکنوں،رشتہ داروں،سماجی وملی رہنماوں کی مسلسل آمدورفت رہتی تھی لیکن اس سب کے باوجود میز بانی اور مہمان نوازی کے جوش میں ذرا کمی نہیں،اصل کوٹھی بھی خاص وسیع تھی لیکن مکان کے مکینوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی،ملنے والوں میں ہندو احباب بھی ہوتے تھے انہیں بھی مولانا کھینچ کھینچ کر دسترخوان پر بٹھارہے ہیں،حدواعتدال سے بڑھی ہوئی مسرفانہ مہمان نوازی مولانا کے یہاں دیکھی جاتی تھی۔ایک دفعہ مولانا کے مہمان گاندھی جی ہوئے،چونکہ مولانا اچھے اور لذت آمیز کھانے کے شوقین تھے،قورمہ اور کبھی قیمہ،کبھی کباب اور کبھی دو پیازہ وغیرہ۔لیکن مہمان کے اکرام میں گوشت کی ہر قسم غائب ہندو سبزی خور مہمانوں کی خاطر دسترخوان پر صرف سبزی ہی سبزی رہتی تھی۔(۳)

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ کی مہمان نوازی

حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے پاس ہر زمانہ میں مہمان کے اکرام اور ضیافت کا معمول رہا ہے، حضرت والا کے یہاں بھی مہمان کی ضیافت واکرام کا خاص اہتمام رہا ہے، مہمان کی آمد سے لیکر واپسی تک مہمان کی راحت سے متعلق ایک ایک چیز پر نظر ہوتی تھی کس کمرہ میں قیام ہوگا کتنے افراد ہیں ان کے بستر وغیرہ ٹھنڈے گرم پانی کا انتظام غرض ہر چھوٹی بڑی ضروریات کا انتظام فرماتے تھے، حتیٰ کہ ٹرین کی آمدرفت کی بھی معلومات رکھتے تھے، مہمان عالم کا مزید اکرام فرماتے تھے مثلاً اپنی مجلس میں بیان کرواتے، کسی محلہ کی جامع مسجد میں بیان کرواتے، کوئی مفتی صاحب تشریف لاتے تو اپنے یہاں کے مفتیان کرام کا کوئی گھنٹہ خالی کراکے ان کی خدمت میں بھیجتے مہمان کے اکرام میں کوئی ایسی نوع ایسی نہ ہوگی جس کو اختیار نہ کیا جاتا ہو۔(۱)

حضرت مولانا قاری صدیق باندویؒ کی مہمان نوازی

مہمان نوازی حضرت کا بڑا محبوب عمل تھا، کوئی مہمان بڑا ہو کہ چھوٹا قریب کا ہو یا دور کا اپنا ہو کہ پرایا مسلم ہو کہ غیر مسلم سب کے لئے بچھ جاتے تھے قیام وطعام ودیگر آسائش کا بہت خیال فرماتے حتیٰ کہ واپسی کے لئے زادراہ اور سواری کی فکر فرماتے ذاتی طور پر کسی مہمان کی خدمت کرکے خوش ہوتے اور ہر آنے والا مہمان حضرت سے ملاقات کرکے اپنائیت محسوس کرتا، جو مہمان جس حیثیت کا ہوتا میزبانی اسی حیثیت سے فرماتے معزز مہمان آتے تو ان کی شایان شان ضیافت کا انتظام فرماتے نصرت خداوندی کا مشاہدہ اس وقت ہر شخص کرتا کہ اس دورافتادہ دیہات میں قسم قسم کے مرغن غذائیں دسترخوان پر فراہم رہتیں، مہمان نوازی پر جو بھی خرچ آتا حضرت خود برداشت کرتے مدرسہ پر اسکا بوجھ نہ ڈالتے۔ مہمان نوازی میں حضرت کی فکر واہتمام

(۱) حیات ابرار: ص، ۱۸۶

کی بات یہ کہ مرتبہ ومزاج کے اعتبار سے اس کی ہر ضرورت کی فکرونظم فرماتے ،چائے ، پان،چار پائی اورکسی مہمان کو فجر سے قبل واپس ہونا ہےتو چائے اور ہلکا ناشتہ ضروری اورا کابر مشائخ وسحرخیزی کے پابندحضرات کیلئے فجر سے قبل چائے دیسی انڈے کا ہتمام اورا کابرعلماء کی تشریف آوری پرناشتے میں نیم برشت انڈے کانظم کیاجا تا تھا۔(۱)

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ کی مہمان نوازی

مولانا مہمان نوازی میں بھی اعلی مقام پر تھے،مہمانوں کے لئے مولانا نے اپنی الماری میں کئی کمبل ،گدا،تکیہ کاانتظام بھی کررکھا تھا،صبح کے ناشتے میں خود باسی روٹی کھاتے مگرمہمانوں کے لئے بریڈ،انڈا،پھل ،کا شاہانہ اہتمام کرواتےکئی بار زیادہ مہمان ہوتے تو باقاعدہ مطبخ سے بریانی پکواتے،خاص مہمانوں کیلئے گوشت خود بناتے،دسترخوان پراپنے ہاتھ سےنکال کردیتے خوب کھانے کیلئے بار بارکہتے تھے۔(۲)

عربی غلام کی سوبکریوں سے مہمان نوازی

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن جوزیؒ نقل فرماتے ہیں حضرت سیدنا حسن بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکرعیاشؒ کو فرماتے سنا کہ ایک شخص نے حاتم طائی سے کہا کیا عربوں میں تجھ سے زیادہ بھی کوئی سخاوت کرنے والا ہے؟اس نے کہاہر عربی مجھ سے زیادہ سخی ہے۔پھراس نے اپناایک واقعہ کچھ اس طرح بیان کیاایک رات میں ایک عربی غلام کے ہاں مہمان بنا۔اس کے پاس عمدہ قسم کی سوبکریاں تھیں۔اس نے ایک بکری میرے لیے ذبح کی اورگوشت پکا کرمیری ضیافت کی۔جب اس نے بکری کا مغز میری طرف بڑھایا تو وہ بہت لذیذ

(۱)فیضان صدیق:ص،۲۴

تھا۔میں نے کہا کتنا لذیذ ہے! پھر وہ باہر چلا گیا اور بکریاں ذبح کر کے ان کا مغز پکا پکا کر مجھے کھلاتا رہا یہاں تک کہ میں خوب سیر ہوگیا۔جب صبح ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنی سو کی سو بکریاں ذبح کر کے ان کا مغز مجھے کھلا چکا تھا۔اب اس کے پاس ایک بکری بھی نہ تھی۔سائل نے حاتم طائی سے کہا اس کی میزبانی کا تم نے کیا صلہ دیا؟ اس نے کہا اگر میں اپنی تمام چیزیں بھی اسے دے دیتا تو اس کے احسان کا بدلہ نہ چکا سکتا تھا۔سائل نے کہا وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم نے اسے کیا دیا تھا؟ حاتم طائی نے کہا میں اپنی پسندیدہ اونٹنیوں میں سے سو اونٹنیاں اسے دے دیں۔(۱)

سبق (۲۶) دودھ کے انتخاب میں حکمت

ہر موقع پر دودھ کا انتخاب فرمانا اس کی اپنی غذائیت کی وجہ سے تھا کہ بچہ پہلی غذا دودھ ہی ہوتی ہے، یا دودھ کو علم سے تعبیر کیا جاتا ہے اس وجہ سے تھا، البتہ امت کو اس میں سبق ہے کہ کھانے پینے میں غذائیت ملحوظ رہے، اور شراب نہ لینے میں امت کو شراب سے نفرت پیدا کرنے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

سبق (۲۷) مقتداء کے لئے سبق

اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ قائد و رہبر کو ایسی چیزوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو سب کیلئے یکساں مفید ہو اس چیز سے بھی پرہیز کرنا ہے جس سے دوسرے گمراہ ہو سکتے ہوں، کیونکہ تمھارے عمل کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔

فائدہ: جنت کی شراب اگرچہ حرام نہیں ہے لیکن دنیوی اعتبار سے اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا

(۱) عیون الحکایات، ج،۲، ص:۲۴

تھا،اسلئے آپ ﷺ نے اس کا انتخاب نہیں فرمایا،یا مآلاً دنیوی شراب حرام ہونے والی تھی اس وجہ سے منتخب نہیں فرمایا۔

سبق (۲۷) اکابر دین سے ملاقات

سفر معراج میں مختلف آسمانوں پر متعدد انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی، پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے دوسرے پر حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسفؑ سے چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر ہارونؑ چھٹویں پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی، ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام میں سے مذکورہ چند انبیاء کرام کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے،حضرت آدمؑ سے ملاقات میں حکمت یہ ہے کہ آپ کو ان کے ساتھ پیش آئی صورت حال سے تسلی حاصل ہو جائے انہیں بھی اپنے وطن اصلی جنت سے نکالا گیا تھا اور آپ ﷺ کو بھی مکہ مکرمہ سے نکالا گیا،حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے ساتھ یہودیوں نے انتہائی درجہ کی عداوت و دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا،ان سے ملاقات کروا کر گویا یہ اشارہ دیا گیا کہ آپ کو بھی مدینہ منورہ میں یہودیوں کی عہد شکنی اور ان کی سازشوں کا سامنا کرنا ہوگا حضرت یوسفؑ کو خود ان کے بھائیوں کی جانب سے ظلم سہنا پڑا تھا، اورانہوں نے اس پر صبر کیا،مکہ مکرمہ میں آپؐ کے ساتھ بھی اپنوں نے یہی برتاؤ کیا اور آپ کو قتل کرنے کا تک منصوبہ بنایا، ادریسؑ کو اللہ تعالیٰ نے رفعت مقام عطا فرمایا تھا، جہاں تک پہنچنا ہر شخص کے لئے ممکن نہیں تھا، آپ کو معراج سے سرفراز فرما کر ان سے بلند مقام عطا فرمایا گیا،حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ ان کی قوم نے بڑی بدتمیزی کا معاملہ کیا تھا،ان سے ملاقات کروا کر آپ کو تسلی دی گئی،حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے آخری آسمان پر بیت المامور سے ٹیک لگائے بیٹھے،ان سے ملاقات کے ذریعہ اشارہ کیا گیا کہ آپ کی عمر کا اختتام بھی حج بیت اللہ پر ہوگا۔

معراج کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک سب سے ملاقات فرمائی تھی، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم جہاں بھی جائے کسی ملک یا کسی شہر یا کسی گاؤں وہاں کے اکابر دین خدمت گزار علماء کرام سے ملاقات کرنی چاہیے، امام یحییٰ بن معینؒ علم حصول کیلئے امام احمد بن حنبلؒ سے ملاقات کیلئے سفر فرمایا: عقبہ بن عامرؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ملاقات فرمائی اس طرح کے ہزاروں واقعات کتب سیرتِ صحابہ وسیرت تابعین ملتے ہیں موجودہ اکابر کو بھی ہم نے دیکھا کہ وہ جس مقام پر جاتے وہاں کے اکابر سے ملاقات کر کے دعاء لیتے ہیں۔

علماء وصلحاء کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا

علماء وصلحاء کی زیارت کرنا اور ان کی دعائیں لینا اور اس مقصد کے لیے سفر کرنا جائز اور خیر برکت کا ذریعہ ہے۔

بلکہ بزرگوں کے انتقال کے بعد ان کی قبور کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا منع نہیں ہے، جیسا کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"ثواب کی نیت سے سفر کرنے کی جملہ اقسام میں انبیاء کرام کی قبورِ مبارکہ کی زیارت کے لیے اور صحابہ کرام، تابعین اور تمام علماء کرام اور اولیاء عظام اور ہر اس شخص کی قبر کی زیارت کے لیے جس کی حیات میں اس کے مشاہدے سے تبرک حاصل کیا جاتا تھا، اب اس کی وفات کے بعد اس کی قبر کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا یہ سب اس میں داخل ہے، اور اس غرض کے لیے سفر کرنا جائز ہے، اور آپ ﷺ کے اس قول کہ "تین مساجد (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور مسجد نبوی) کے علاوہ کے لیے رختِ سفر نہ باندھو" کی ممانعت میں یہ داخل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ دیگر مساجد کے بارے میں ہے، اس لیے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر تمام مساجد

رتبہ میں برابر ہیں، اور انبیاء، اولیاء اور علماء کی قبر کی زیارت کے لیے سفر نفس فضیلت میں برابر ہے، اگرچہ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہونے کی وجہ سے اس کے درجات میں بہت بڑا فرق ہے۔

البتہ مزید یہ عرض ہے کہ بزرگان دین کی جن مزارات پر اہل بدعت کا تسلط ہو اور وہاں بدعات وخرافات انجام دی جاتی ہوں، وہاں زیارت کے لیے نہیں جانا چاہیے؛ بلکہ اپنے مقام ہی پر رہ کر ایصالِ ثواب وغیرہ پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

”ويدخل في جملته زيارة قبور الأنبياء عليهم السلام وزيارة قبور الصحابة والتابعين وسائر العلماء والأولياء وكل من يتبرك بمشاهدته في حياته يتبرك بزيارته بعد وفاته ويجوز شد الرحال لهذا الغرض ولايمنع من هذا قوله صلى الله عليه وسلم: لاتشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد مسجدي هذا والمسجد الحرام والمسجد الأقصى؛ لأن ذلك في المساجد فإنها متماثلة بعد هذه المساجد وإلا فلافرق بين زيارة قبور الأنبياء والأولياء والعلماء في أصل الفضل وإن كان يتفاوت في الدرجات تفاوتًا عظيمًا بحسب اختلاف درجاتهم عند الله“(۱)

سبق (۲۸) اتحاد کا درس ملا مجھے

ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ ہر آسمان پر نبی کریم ﷺ کی مختلف انبیاء سے ملاقات ہوئی سارے نبیوں نے مرحبا بالاخ الصالح کے ذریعہ آپ کا استقبال کیا جبکہ بیشتر انبیاء کی شریعتوں میں فرق پایا جاتا ہے، اس کے باوجود سب نے بھائی کہہ کر آپ کا استقبال کیا، اس میں اخوت واتفاق کی جانب اشارہ ہے، آج امت کی عجیب صورت حال ہے ایک کلمہ ایک قرآن اور ایک

(۱) دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

کعبہ کی حامل امت باہم دست وگریباں ہے، مسلکی تشدد بام عروج پر ہے، اس میں جانیں تک ضائع ہورہی ہیں، ہر جگہ مسلمانوں کا آپسی اتحاد پارہ پارہ ہورہا ہے، پیغمبر اسلام نے جس ملت کو قدم قدم پر درس دیا تھا آج وہ مختلف خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔

حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مابین اختلاف اور باہمی توقیر واحترام

حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے مابین بھی سو سے زائد مسائل میں اختلاف تھا، لیکن یہ دونوں باہم محبت اور احترام سے پیش آتے تھے، اور ایک دوسرے کے مقام اور مرتبہ سے واقف اور ایک دوسرے کے قدرداں تھے۔

چنانچہ تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کی مجلس میں تشریف لے گئے تو حضرت عمرؓ نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ابن مسعودؓ کی فراخدلی کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”كنيف ملئ علما“ یہ تو علم سے لبریز ہیں۔(۱)

شوافع واحناف کے مابین اختلاف اور باہمی ادب واحترام

فقہ کا ادنی طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جلیل القدر امام: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عراقی مکتب فکر سے جس قدر اختلاف ہے اتنا اختلاف باہم کسی بھی دو اماموں میں نہیں ہے، سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جس میں امام ابوحنیفہؒ ایک رائے رکھتے ہیں، اور امام شافعیؒ دوسرا موقف رکھتے ہیں، اس کے باوجود امام شافعیؒ کو امام ابوحنیفہؒ سے جو عقیدت ومحبت تھی، اور ابوحنیفہؒ کی جو عظمت اور احترام امام شافعیؒ کے دل میں تھا اس کی مثال آج کے دور میں بہ مشکل ہی ملے گی۔

---

(۱) اعلام الموقعین: ۱/ ۱۴

چنانچہ امام شافعیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فجر کی نماز ابوحنیفہؒ کے مقبرہ کے قریب ادا کی، اور فجر کی نماز میں قنوت (جو شوافع کے یہاں سنت مؤکدہ ہے) نہیں پڑھا، لوگوں نے پوچھا کہ آپؒ نے قنوت کیوں نہیں پڑھا؟ امام شافعیؒ نے فرمایا: اخالفه وانافی حضرته؟ کیا میں امام ابوحنیفہ کے سامنے ان کی مخالفت کروں گا۔(۱) اور فرمایا کرتے تھے کہ "الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة" لوگ فقہ میں امام صاحب کے محتاج ہیں۔

حسین احمدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کے مابین اختلاف رائے اور باہمی احترام

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ اور مولانا تھانویؒ کے مابین سیاسی نوعیت کا جو اختلاف تھا وہ ہر شخص جانتا ہے، اور اس اختلاف کے اثرات آج بھی باقی ہیں، لیکن اس اختلاف کے باوجود باہمی محبت واخوت کا عنصر نمایاں طور پر ان کے درمیان محسوس کیا جاتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ سفر پر تھے کہ راستہ میں انہیں گرفتار کرلیا گیا، یہ خبر حضرت تھانویؒ کو پہونچی تو آپ کو بڑا دکھ اور صدمہ پہونچا، اور سخت اضطراب اور بے چینی میں خانقاہ امدادیہ کے چھت پر ٹہلتے ہوئے پریشانی اور کرب والم کی کیفیت میں فرمارہے تھے کہ مجھے یہ احساس نہ تھا کہ مولانا حسین احمدمدنیؒ سے مجھے اس درجہ والہانہ تعلق ہے، جس کی وجہ سے مجھے اتنا قلق اور رنج پہونچا ہے۔(۲)

☆ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت مدنیؒ کو حضرت مولانا اشرف علی

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۲۷۰

(۲) حضرت شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات: ص، ۲۲۱

تھانویؒ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا،لیکن ان کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانوی کی قدرومنزلت کم نہ تھی بلکہ وہ حضرت تھانویؒ کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ ہی فرماتے تھے، چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اس زمانے میں جبکہ حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنی کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا ، ایک مرتبہ حضرت مدنی نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہوا اور حضرت تھانوی کی زیارت کو دل چاہتا ہے، چنانچہ حضرت مدنی اور دارالعلوم دیوبند کے بعض دوسرے اساتذہ تھانہ بھون کے لیے روانہ ہوئے، اتفاق سے گاڑی رات دیر گئے تھانہ بھون پہنچی،اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی،ان حضرات کو یہ معلوم کہ خانقاہ کا نظام الاوقات مقرر ہے؛اس لیے نہ ان نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت تھانویؒ کو رات گئے تکلیف دینا پسند کیا،اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنیؒ کو بڑا جفاکش اور مجاہدانہ زندگی کا عادی بنایا تھا،چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت خانقاہ کے دروازے کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے،حضرت تھانویؒ فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ باہر چبوترے پر لیٹے ہیں،اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں،چوکیدار سے پوچھا تو اس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا،قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنی اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ جیسے حضرات تھے،حضرت تھانویؒ نے اچانک انہیں دیکھا تو مسرور بھی ہوئے اور اس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اس حالت میں انہوں نے رات گذاری،چنانچہ ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ یہاں کیوں سو گئے؟ تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے یہاں ہر چیز کا نظم مقرر ہے،خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہو جاتی ہے،اور پھر نہیں کھلتی،حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ خانقاہ کا تو نظم بلاشبہ یہی ہے؛لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا،اور اس پر آپ جیسے حضرات کے لیے کوئی پابندی نہ تھی،

حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا، غرض اس طرح یہ حضرات تھانہ بھون گئے، اور ایک دو روز رہ کر واپس تشریف لائے۔(۱)

سبق (۲۹) دین فطرت کی طرف اشارہ

واقعہ معراج میں اسلام کے دین فطرت ہونے کا لطیف اشارہ پایا جاتا ہے، اسلام کی تیز رفتار اشاعت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور دین کی فطرت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں فطرت انسانی کو اپیل کرتا ہے۔

عالم اسلام کے معروف داعی ومفکر شیخ سعید رمضان بوطی اپنی شہرہ آفاق کتاب فقہ السیرہ میں لکھتے ہیں ''حضرت جبرئیلؑ نے نبی ﷺ کی خدمت میں دو پیالے پیش کئے ان میں سے ایک دودھ کا پیالہ تھا اور دوسرا شراب کا، آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے اور اپنے عقیدے اور احکام میں فطرت انسانی کے حقیقی تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کی حقیقی فطرت سے ٹکراتی ہو اگر فطرت ایک جسم ہوتی تو دین اسلام اس کا موزوں لباس ہوتا، یہ ہے اس چیز کا راز کہ یہ دین کیوں تیزی سے پھیلتا ہے اور لوگ اسے قبول کرنے کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں، اس لئے کہ انسان خواہ تہذیب وتمدن کے کتنے ہی مدارج طے کرلے اور اسے کتنی ہی مادی آسائش حاصل ہوجائے لیکن وہ اپنی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل اور فطرت سے میل نہ کھانے والے تکلفات اور پیچیدگیوں کے طوق سے آزادی حاصل کرنے کی جانب مائل رہتا ہے، اور اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل ہے۔

---

(۱) البلاغ، مفتی اعظم نمبر، ص: ۲۸۷

سبق (۳۰) ہدیہ کی اہمیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے کی طرف سے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، چنانچہ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے پوچھا کہ: پروردگار نے تمہارے ذریعہ تمہاری امت پر کیا چیز فرض کی ہے ؟ میں نے ان کو بتایا کہ پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے کہا: اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ (اور ان نمازوں میں تخفیف کی درخواست کرو) کیونکہ تمہاری امت اتنی نمازیں ادا نہیں کرسکے گی ، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھ کو بارگاہ رب العزت میں واپس کیا(یعنی ان کے کہنے پر میں نے پروردگار کی بارگاہ میں واپس جا کر درخواست پیش کی) اور ان میں سے کچھ نمازیں کم کردی گئیں،(اس طرح موسیٰ کم کراتے کراتے پانچ باقی رکھا)

آخر میں پروردگار نے فرمایا: فرض تو یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن (اجر وثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازوں کے برابر ہیں، میرا قول تبدیل نہیں ہوتا۔ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ اب پانچ نمازیں فرض رہ گئی ہیں) تو انہوں نے کہا کہ اب مجھ کو بارگاہ رب العزت میں واپس جانے (اور پانچ نمازوں میں تخفیف کی درخواست کرنے) کا مشورہ دیا، لیکن میں کہا کہ اب مجھ کو اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے۔ اس کے بعد(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جس پر (جلال کبریائی کے انوار یا ملائکہ کے پروں کی چمک یا کسی اور چیز کے) اس طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے جن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی (یعنی یا تو اس وقت جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا اس کو اب بیان کرنے پر قادر نہیں ہوں یا یہ کہ اس وقت میں ذات حق کی طرف اس طرح متوجہ اور مستغرق تھا کہ میری نظر

کو سدرۃ المنتہی پر چھائے ہوئے رنگوں کی حقیقت تک پہنچنے اور جاننے کا موقع ہی نہیں ملا)۔(۱)

فائدہ: واقعہ معراج نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، تمام فرائض میں نماز ایک مہتم بالشان فریضہ ہے، سارے فرائض زمین پر فرض کیئے گئے لیکن نماز کا تحفہ آسمان پر دیا گیا، نماز مومن کی معراج ہے، حالتِ نماز میں بندہ گویا اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ میزبان اگر استطاعت رکھتا ہوں تو مہمان کو حسب استطاعت انعام یا ہدیہ دیکر روانہ کرنا چاہیے تاکہ وہ ملاقات یادگار واز داد یار محبت کا ذریعہ بنی رہے، افسوس ہے کہ امت میں باہم مخلصانہ ہدیوں کی لین دین کا رواج بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ بعض خاص حلقوں میں بس اپنے بزرگوں، عالموں، مرشدوں کو ہدیہ پیش کرنے کا تو کچھ رواج ہے لیکن اپنے عزیزوں، قریبوں، پڑوسیوں وغیرہ کے ہاں ہدیہ بھیجنے کا رواج بہت ہی کم ہے حالانکہ قلوب میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری اور زندگی میں چین وسکون پیدا کرنے اور اسی کے ساتھ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے یہ رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا نسخہ کیمیا تھا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا ہدیہ

شاہ عبدالعزیزؒ۔ راقم کے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیعؒ سے بہت تعلق رکھتے تھے۔ کبھی کبھی ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے۔ مخلص اور فہیم بزرگ تھے۔

ایک مرتبہ تشریف لائے تو کاغذ کا ایک دستہ بطور ہدیہ لے کر آئے اور ایک مرتبہ تو روشنائی کی شیشی لا کر ہدیہ میں پیش کر دی۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو، اگر کوئی اور ہوتا اور ہدیہ دینے کا ارادہ ہوتا تو مٹھائی کا ڈبہ لے کر آتا۔ اس کے دماغ میں یہ خیال نہ ہوتا کہ میں کاغذ لے جاؤں۔ ان بزرگ نے یہ سوچا کہ مفتی صاحبؒ کو لکھنے کے لیے کاغذ کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ لکھنے

۱) (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب المعراج، حديث ۳۸۸۷:)

کے لیے کاغذ اور روشنائی لیتا جاؤں۔ یہ ان کے کام آئیں گی۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ہمارے والد ماجدؒ کے بچپن کے ساتھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں ساتھ پڑھا۔ پھر ساتھ پڑھایا۔ دوستی تھی۔ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ان کی محبت کی سادگی دیکھئے کہ وہ جذبہ محبت میں اپنی کتابوں کے نام بھی حضرت والد صاحبؒ کی کتابوں کے نام پر رکھے۔ مثلاً انہوں نے بھی قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور نام وہی رکھا جو حضرت والد صاحبؒ کی تفسیر کا نام ہے یعنی معارف القرآن۔

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں ''والد صاحبؒ نے فرمایا: بھائی ایک بات سنو! میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں تمہاری دعوت کروں، کیونکہ تم بہت مدت کے بعد میرے پاس آئے ہو۔ لیکن دعوت کے لیے تمہیں دوبارہ بلاؤں تو یہ تمہارے ساتھ عداوت ہوگی، کیونکہ یہاں آنے کے لیے تو آدھا دن چاہئے اور مولوی صاحب! تمہارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ ایسا کرو کہ میں دعوت پر جتنے پیسے خرچ کرتا اتنے پیسے آپ کو ہدیہ کر دیتا ہوں۔ اس طرح میری خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور آپ کو تکلیف بھی نہیں ہوگی۔

چنانچہ والد صاحبؒ نے پچاس روپے جیب سے نکال کر حضرت مولانا کاندھلویؒ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ انہوں نے بھی وہ پیسے اس انداز میں لیے جیسے ان کو بڑی نعمت مل گئی ہے۔ ان کو لے کر اپنے سر پر رکھ لیا اور فرمایا: یہ تو میرے لیے دعوت سے ہزار درجہ بہتر ہے''۔

سبق (۳۱) اہم انعام اونچے مقام پر بلا کر دینا چاہیے

معراج کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے نماز بطور انعام پیش کر کے نماز کی اہمیت کو بتلایا ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اہم انعام کسی کو دینا ہو تو اس کو اونچے مقام پر اعزاز و اکرام کے ساتھ ہدیہ پیش کریں جس سے انعام اور منعم علیہ دونوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

سبق (۳۲) تجربہ کار سے استفادہ کریں

حضرت موسیٰ نے اس امت کے لئے نمازوں میں کمی کرا کے جو احسان فرمایا ہے، اس کی وجہ سے آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ موسیٰ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھو کیونکہ میں نے اپنی امت کے لئے ان سے زیادہ مہربان کسی نبی کو نہیں پایا۔ طبرانی میں حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ" قال: کان اشدھم علی حین مررت و خیرھم لی حین رجعت" جب جاتے ہوئے میں موسیٰ کے پاس سے گزرا تو وہ میرے لئے سب سے سخت ثابت ہوئے اور واپسی میں انکے پاس سے گزرا تو میرے لئے سب سے زیادہ نرم ثابت ہوئے اور وہ تمہارے لئے بہترین دوست ثابت ہوئے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے" أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلاةِ على مُوسَى فَمارَأَيْتُ أحداً مِنَ الأَنْبِياءِ أَحْوَطَ على أُمَّتِي مِنْهُ' (۱)

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو سابقہ لوگوں کے تجربات سے استفادہ کرنا چاہیئے، پچاس نمازوں کی فرضیت کے بعد جب آنحضور ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے آپ کو اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروانے کا مشورہ دیا، اور یہ فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کے سلسلہ میں تجربہ کیا ہے، لوگ اس کے متحمل نہیں ہوں گے،

---

۱)(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علي بن
الرسالة ، بيروت ، حديث ٣٢٣٦٧؛ فيض القدير شرح الجامع الصغير، حديث ١٤٠٧؛ المكتبة التجارية الكبرى ، مصر

آنحضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروائی۔

سبق (۳۳) سابق افراد سے سبق حاصل کرنا

خیر خواہی اور ہمدردی ایسی چیز ہے کہ اس کی برکتیں ضرور ظاہر ہوتی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیر خواہی فرمائی تو ان کی اس خیر خواہی سے نمازوں میں تخفیف کی گئی اس طرح خیر خواہی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

جہاں اسلام نے بہت ساری تعلیمات دیتا ہے وہیں یہ بھی حکم دیتا ہے کہ انسان ہر ایک کیلئے خیر خواہی کا پہلو اپنائے بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی خیر خواہی جذبہ رکھے۔

سبق (۳۴) جذبہ خیر خواہی پیدا کریں

معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جب آپ پر رخصت ہونے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد مبعوث ہونے والے پیغمبر محمد ﷺ کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔(بخاری،مسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ پر اس قدر غبطہ اور رشک تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے نبی کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی فرمائی کی آپ پچاس نمازیں لے کر لوٹے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کروانے کا مشورہ دیا ان کا طرز عمل یہ واضح کرتا ہے کہ کسی کی خوبیوں پر حسرت ہونے کے باوجود اس کے ساتھ ہمدردی وخیر وخواہی ہونی چاہئے، اس کے برعکس آج ہمارا حال یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت مل جائے تو لوگ اس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔

دشمنوں کے ساتھ خیر خواہی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعے پر اپنے جانیں دشمنوں کو عام معافی دی۔ اپنے محبوب چچا کے قاتل کو معاف کر دیا۔ واقعہ طائف میں دشمنوں کو بَد دُعا تک نہیں دی، بل کہ ان کے لیے دعا فرمائی۔ آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں کسی سے ذاتی بدلہ نہیں لیا، اخلاق وخیر خواہی ان کے ساتھ ہمیشہ جاری وساری رہی ہے۔

جانوروں کے ساتھ خیر خواہی

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے چڑیا کے گھونسلے سے اس کے بچےکو اٹھالایا تو آپؐ نے ناراضی کا اظہار کیا اور اسے حکم دیا کہ انہیں واپس گھونسلے میں رکھ کر آؤ۔

ایک اونٹ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت کی تو آپؐ نے اس کے مالک کو بلوا کر سمجھایا کہ اسے پورا چارا ڈالا کرو۔

آج ہم میں وہ جذبہ خیر خواہی نظر نہیں آتا جو اسلام کی اصل روح ہے۔ اسلام، دین خیر خواہی ہے، دین ہے تو سلامتی ہے، خیر ہے، امن ہے اور انصاف ہے۔ لادینیت ہو تو دہشت گردی ہے، تباہی ہے، بے امنی ہے۔ دراصل انسانیت کی مکمل خیر خواہی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی صرف دین اسلام میں پوشیدہ ہے۔ دین اسلام خیر خواہی کا مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

سبق (۳۴) مشورہ قبول کرنا

یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑے سابق

افراد کے مشورہ کو قبول کرنا چاہیے نہ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھدار سمجھ کر ان کی بات کو قبول کرنے سے انکار کرے۔

مشورہ کن امور میں کرنا چاہیے؟

اب سوال یہ ہے کہ مشورہ کہاں اور کن چیزوں میں کیا جائے؟ اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیے کہ جن امور میں شریعت کا فیصلہ متعین ہے کہ یہ چیز فرض ہے یا واجب ہے یا حرام یا مکروہ ہے، ان امور میں مشورہ کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جائز بھی نہیں ہے، جیسے کوئی شخص یہ مشورہ کرے کہ نماز پڑھے یا نہیں، زکوٰۃ دے یا نہیں، حج کرے یا نہیں، یہ چیزیں مشورہ کی نہیں ہیں، ان کے لیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم متعین ہے کہ ان کا کرنا ہر حال میں ضروری ہے یا اسی طرح جن چیزوں کو شریعت نے منع کیا ہے، جیسے زنا کاری، شراب نوشی، ڈاکہ زنی وغیرہ ان میں بھی مشورہ کی حاجت نہیں، ان سے تو بہر حال رکنا لازمی ہے؛ البتہ طریق کار کے بارے میں مشورہ کیا جا سکتا ہے، جیسے حج میں جانے کے لیے مختلف راستے ہیں، بعض پُر امن ہیں اور بعض میں خطرہ ہے، تو اس موقع پر تجربہ کار افراد کی رائے معلوم کی جا سکتی ہے کہ ان مختلف راستوں میں اس کے لیے کون سا راستہ بہتر ہوگا، یا اسی طرح ایک شخص مریض ہے اس کو تردد ہے کہ مجھ کو اس حالت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں، اس بارے میں اطباء یا تجربہ کاروں سے مشورہ کر سکتا ہے، اسی طرح وہ احکام ومسائل جن کے بارے میں قرآن و حدیث، اقوالِ صحابہؓ یا سلف کی کتابوں میں کوئی صراحت نہیں ہے، جدید اور نئے زمانہ سے ان کا تعلق ہے، ان میں مشورہ کرنا نہ صرف جائز؛ بلکہ اربابِ فقہ اور صاحب نظر علمائے دین سے ان کے بارے میں پوچھنا اور حکم شرعی معلوم کرنا واجب ہے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم صراحتاً قرآن میں نازل نہیں ہوا اور آپ سے بھی اس

کے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو تو ہم کیا کریں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے کام کے لیے اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار فقہا کو جمع کرو اوران کے مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو، کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔(۱)

دینی امور کے علاوہ معاشی، معاشرتی، سماجی، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں بھی مشورہ کو اپنانا چاہیے، جہاں شریعت، عقل و عادت کے اعتبار سے کوئی جانب متعین ہو اور نہ ہی اس کا نافع ہونا یقینی ہو، امورِ طبعیہ جیسے بھوک اور پیاس کے وقت روٹی کھانا یا پانی پینا، اس میں مشورہ کرنے اور کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے بھوک لگی ہے کھانا کھانا چاہیے یا نہیں؟ عام حالات میں یہ سوال حماقت ہے، ہاں بیماری کے وقت یا اس کے ذرائع اور طرق یا مختلف اغذیہ اور اشربہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں اگر کسی کے اندر خطرہ کا احتمال ہو تو مشورہ کرنا مستحسن یا ضروری ہوگا۔ یہاں اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشورہ کی ترغیب اور ہدایت تو دی ہے؛ مگر اپنی رحمت ِ عامہ کی بناء پر چند مخصوص جگہوں کے علاوہ انسان کو مقید نہیں کیا کہ کوئی معاملہ بلا مشورہ کر ہی نہ سکے، بسا اوقات اہم معاملات پیش آتے ہیں اور ایک تجربہ کار انسان کو اس کے انتظام وانصرام اور حل کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی صاحب ِعقل و دانش سے مشورہ کرے گا تو اس کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں بتلا سکتا، اس حالت میں اگر وہ بلا مشورہ کام کر بیٹھے تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح معاملات کی نوعیت اور منافع وخطرات کی عظمت و وقعت اور قوت وضعف کے اعتبار سے مشورہ کے حکم ِ استحسان میں فرق ہو جائے گا، بعض مواقع میں مشورہ نہایت اہم اور ضروری ہوگا اور بعض جگہ درجۂ استحسان میں رہے گا۔ بہر حال وہ امور جن میں کوئی جانب شرعاً، عقلاً، عرفاً، عادتاً معین نہیں اور جن کے مختلف

(۱) معارف القرآن: ۲/ ۲۲۰

جوانب میں خطرات ومنافع کا احتمال ہے،یعنی نتائج مبہم اور مخفی ہوں،ان میں مشورہ کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔اس میں اتباعِ سنت کے علاوہ ہزار فوائد ہیں،اہلِ علم اور مشورہ کے پابند حضرات اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔(۱)

سبق (۳۵) نمازیں مزید کم کرواتے ہوئے حیاء آتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر جب آپ نے اپنے رب سے تخفیف کرائی اور نمازیں پانچ کردی گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ مزید تخفیف کرائیے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ پھر دوبارہ درخواست کروں،اس طرح واقعہ معراج سے یہ پیغام ملتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ سے حیا کریں،قرآن وحدیث میں حیا پر بہت زور دیا گیا ہے،اللہ سے حیا یہ ہے کہ اللہ نافرمانیوں سے بچیں۔

فائدہ: جس نبی نے اپنی امت کو حیاء کا درس دیا اور حیاء کو اسلام کا طرہ امتیاز بتلایا،اور خود حیاء کا لباس زیب تن کیا،اور حیاء بھی آپ کے اندر اس قدر کہ کسی کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں پاتے،حیاء کے مزاج کو اپنے اعزہ واقرباء اور اپنے اصحاب میں ایسے کوٹ کوٹ کر بسایا کہ آپ کے داماد کو کامل الحیاء والایمان کا لقب ملا اور صاجزادی نے وصیت فرمائی میرا جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھانا تاکہ کسی کو بنت محمد کے جسم کے ساخت و پرداخت کا پتہ بھی نہ چل سکے،یہ شرم وحیاء تھی اس نبی کی اوران کے اصحاب واعزہ کی اور آپ اسی بات کی تعلیم اپنی امت کو بھی دیتے رہے،لیکن کیا آج اس نبی کی محبت کا دم بھرنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شرم وحیاء اس جیسی تو بعید از خیال ہے اس کی کچھ رمق بھی باقی ہے؟اسلام کی پاکیزہ تہذیب اور نبی اکرم ﷺ کا صاف ستھرا بے داغ اسوہ حسنہ موجود رہنے کے باوجود ہم کو مغربی تہذیب کی چمک دمک میں ترقی اور اسلامی

(۱) ماہنامہ دارالعلوم دیوبند،مفتی تنظیم عالم قاسمی،استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

تہذیب وثقافت میں فرسودہ پن نظر آرہا ہے،ایک دورتھا جس میں مسلم گھرانوں کی لڑکیوں کو دیکھنے آسمان ترسا کرتے تھے ایک پڑوس کو بھی پڑوسی لڑکیوں کے نشونما کا ادراک نہیں ہوتا تھا،گھر کی لڑکیاں اپنے گھر کے صحن میں بھی باحجاب نکلا کرتی تھیں،آج ایک ایسا دورآچکا ہے کہ معاشرہ سے حیاء عنقاء ہوتی نظر آرہی ہے،حجاب کو قدامت پسندی تصور کیا جارہا ہے،عریانیت، برہنگی کو فیشن کا نام دیا جارہا ہے،مردوزن کے بے محابا اختلاط کو جدید کلچر سے تعبیر کیا جارہا ہے گرل فرینڈ اور بائے فرینڈ کی تہذیب نے تو شرم وحیاء کا ستیاناس کردیا ہے،دوستی اورآپسی مزاج شناسی کا شریفانہ عنوان دے کر برضا ورغبت عفت وعصمت کے جنازے نکالے جارہے ہیں،اسی پراگندہ ماحول کی وجہ سے لڑکے لڑکیاں قبل از وقت بالغ اور جوان اپنی جوانی کی مٹی پلید کررہے ہیں،جدید تہذیب،بے لگام تمدن بے غیرت ترقی نے نت نئے مسائل امت کے روبرو کردیئے ہیں،نباض وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بڑا قیمتی جملہ ارشاد فرمایا تھا کلما ''زادت الفجور کثرت المسائل'' امت میں جس قدر فسق وفجور بڑھتا جائے گا اسی قدر مسائل کی بہتات ہوگی ہم کو غور کرنا ہوگا کہ ہمارا معاشرہ جس تہذیب کی پیروی کرکے ترقی کے بام عروج پر پہنچنے کے خواب دیکھ رہا ہے اسی تہذیب کے موجدین اپنی تہذیب پر ماتم کناں ہے کسی قوم کا اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسری اقوام کی تہذیب کو پسند کرنا اوراس کو اپنانا قولی نہ سہی حالی وعملی اقرار ضرور ہوتا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم اپنی اسلامی تہذیب کو ناقص سمجھ رہے ہیں بلکہ دنیوی ترقی میں رکاوٹ حائل مان رہے ہیں فیاللعجب

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جوشاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

معاشرہ فرد سے بنتا ہے فرد کی تبدیلی سے معاشرہ کی تبدیلی ہے یہ معاشرہ کا ناسور ہے کہ ہم میں

سے ہر کوئی دوسرے کی اصلاح کا متمنی ہے کہ دوسرا حیاء واخلاق سے آراستہ ہو جائے

ایں خیالست ومحالست وجنوں

صبح قیامت تک معاشرہ میں تبدیلی نہیں آسکتی دوسری طرف معاشرہ کی اخلاق تباہی وحیاء سوزی کے پیچھے دونوں صنف باہم متصادم نظر آتے ہیں اگر خواتین کے نزدیک مرد معاشرہ کے تباہی کے ذمہ دار ہیں تو خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنی کوکھ سے جنم لینے والے لڑکوں کی اسلامی نہج پر تربیت کریں انہیں باحیاء و باشرم انسان بنائیں اور اگر مرد خواتین کو معاشرہ کی زبوں حالی کا دشنام دیتے ہیں تو وہ اپنی بیٹیوں کی اسلامی خطوط پر تربیت کریں انشاء اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ معاشرہ شرمسار ہونے سے اور اسلام رسوا ہونے سے محفوظ رہے گا۔

والدین کا فرض ہے کہ اولاد کی صورت میں جو نعمت انہیں ملی ہے وہ صرف کلیجہ ٹھنڈا کرنے اور بڑھاپے کا سہارا بنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی پرورش میں سب سے زیادہ حصہ تربیت کا ہونا چاہیے پھر یہی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کا سرور بنے گی ورنہ............تربیت کے فقدان کی وجہ سے جو صورتحال چل رہی ہے وہ مشاھد ہے محتاج بیان نہیں۔

شریعت نے والدین اور تمام مسئول حضرات کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے وہ معاشرہ کو ہر مخرب اخلاق چیز سے محفوظ رکھے اور اس پر کڑی نظر بھی رکھے حتی المقدور صالح معاشرہ کے لئے سعی خالص کرے۔

سبق (۳۶) مشورہ کن سے کیا جائے

مشورہ ہمیشہ ایسے شخص سے کرنا چاہیے جس کو متعلقہ معاملے میں پوری بصیرت اور تجربہ حاصل ہو؛ چنانچہ دینی معاملات میں ماہر اور صاحب نظر عالم دین سے مشورہ کرنا چاہیے اور کسی بیماری اور جسمانی صحت کے بارے میں کسی اچھے ڈاکٹر کا انتخاب ہی مفید ہوگا۔ غرض جس طرح کا

معاملہ ہے،اسی فن کے ماہرین اور تجربہ کار کا انتخاب کیا جائے؛ کیوں کہ تجربہ کے بغیر صرف عقل کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتی،گویا مشورہ لینے کے لیے عقل اور تجربہ دونوں کا بیک وقت موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ایک دوسرے کے بغیر صحیح رہنمائی نہیں مل سکتی۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: اِستَشِيرُوا ذَوِي الْعُقُوْلِ تُرْشَدُوا وَ لَاتَعْصُوْهُمْ فَتَنْدَمُوا۔(۱) ”عقلمندوں سے مشورہ کرو،کامیابی ملے گی اور ان کی مخالفت نہ کرو ورنہ شرمندگی ہوگی۔“ حضرت عبداللہ بن الحسن نے اپنے صاحبزادہ محمد بن عبداللہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:”جاہل کے مشورہ سے بچو اگر چہ کہ وہ خیر خواہ ہو جیسا کہ عقلمند کی دشمنی سے بچتے ہو۔“(۲)

اِبراہیم علیہ السلام کا اُمّتِ محمدیہ کو سلام

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :معراج کی شب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ،انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! اپنی امت سے میرا سلام کہئے اور انہیں بتلائیے کہ جنّت کی مٹّی بڑی زرخیز ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ بالکل برابر ہے اور یہ بھی بتلادیں کہ اس میں رپائی ”سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ کی ہوتی ہے۔

سبق (۳۷) سلام بھیجنا

کوئی ملنے پر ان کے قریبی رشتہ داروں سے متعلق خیر وخیرت حاصل کرکے سلام کہنا اور کوئی خاص دینی عمل جو کہ ان کو دین ودنیا میں بھلائی اور شریعت پر چلنے میں آسانی ہو سکے جیسا حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت قیمتی نصیحتوں سے نوازا تھا۔

---

(۱)مسندِ شہاب: ۶۷۳۔(۲)(المدخل:۴/۲۹)

کسی کا سلام پہنچائے تو کن الفاظ سے جواب دیا جائے؟

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا سلام لے کر آئے تو جواب دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سلام لانے والے کو بھی جواب میں شامل کیا جائے اور یوں جواب دیا جائے: عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اور اگر وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ اضافہ کردیا جائے تو بہتر ہے۔ اور اگر سلام لانے والی کوئی محرم خاتون ہو تو علیکہا جائے، اور اگر سلام بھیجنے والی کوئی محرم خاتون ہو تو "علیکہا" کہا جائے۔ اور اگر شروع میں واو کا اضافہ کردیا جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں، جیسا کہ عام سلام کے جواب میں بھی شروع میں واو لگایا جاتا ہے۔

عن غالب قال: إنا لجلوس بباب الحسن البصري إذ جاء رجل، فقال: حدثني أبي عن جدي، قال: بعثني أبي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ائته فأقرئه السلام، قال: فأتيته، فقلت: أبي يقرئک السلام، فقال: "عليک وعلى أبيک السلام"، (۱)

سبق (۳۸) سفرِ معراج کے مشاہدات اور منزل کا شوق دلانا

واقعۂ معراج سے آخرت جنت ودوزخ اور وہاں کی نعمتوں اور تکلیفوں کا یقینی ہونا معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اللہ نے اس واقعہ میں اپنے نبی کو جنت ودوزخ کی سیر کرائی اور اہلِ جنت اور اہل دوزخ کے حالات کا مشاہدہ کروایا۔

---

(۱) رواه أبو داود، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۹، ط: المكتبة الأشرفية، ديوبند

اس سے یہ سبق ملا ہے کہ جو آدمی جس کام میں لگا ہوا ہے کہ اس کے نتیجہ کا مشاہد کرانے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ وہ نتیجہ دیکھ کر مزید محنت کرتا ہے اور اپنے ماتحتوں کو آگاہ کرتا تا کہ وہ نتیجہ کی بات سن کر اعمال میں آگے بڑھیں، اور منزل کا شوق وذوق پیدا ہوا پنے کامیابی سے وہ سرشار ہو جائیں۔

سبق (۳۹) ہدایت صرف قبضۂ خدا میں ہے

واقعہ معراج سن کر قریش کے لوگوں نے بڑا شور مچایا اور انہیں اس پر بہت ناگواری اور حیرت ہوئی چنانچہ ان میں کچھ لوگ آپ کا مذاق بنانے کے لئے پیشیاں بجانے لگے اور کچھ لوگ حیرت کا اظہار کرنے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر ہاتھ پھیر نے لگے، آخر مطعم بن عدی بولا، آج سے پہلے جب تک تم نے یہ بات نہیں کہی تھی اس وقت تک بھی تمہارا معاملہ کچھ زیادہ سخت نہ تھا مگر اب میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو، بیت المقدس پہنچنے کے لئے مہینوں چڑھائیاں چڑھنے اور پہاڑوں کے اترنے میں ہمارے اونٹوں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ تم ایک ہی رات میں وہاں جا کر آ بھی گئے، لات اور عزیٰ کی قسم نہ میں کبھی تمہاری تصدیق کر سکتا ہو اور نہ اس بات کو جو تم نے کہی ہے۔

انک لاتهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء معراج کا واقعہ بتاتا ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے اللہ ہدایت نہ دیں وہ سارے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا، جب آپ معراج سے واپس لوٹے اور کفار مکہ کو اس کی تفصیلات سنائے تو کفار نے بیت المقدس کے متعلق مختلف سوالات کئے، اللہ نے بیت المقدس کو آپ کے روبرو کر دیا آپ نے ان کے ہر سوال کا جواب دیا، مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، اس لئے ان کے حق میں ہدایت مقدر نہیں تھی۔

سبق (۴۰) معراج سے ختم نبوت کی طرف اشارہ

آپ ﷺ کا یہ سفر معراج اتنا عظیم الشان تھا کہ ایسا سفر نہ کسی نے اس سے پہلے کیا نہ بعد میں کوئی کر سکتا ہے، آپ ﷺ کو اتنے مقام تک پہنچایا گیا آپ ﷺ فرشتوں سے بھی آگے بڑھ گئے، عرش عظیم تک آپ کی رسائی ہوئی جو کائنات کا منتہیٰ ہے، کائنات کی آخری حد ہے جس کے بعد اب کوئی مقام نہیں، گویا بقول عارفین کے عرش تک سیر کرانے میں آپ ﷺ کی ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عرش کائنات کا منتہیٰ ہے اسکے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں، اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ ﷺ پر منتہیٰ ہیں، آپ پر ختم ہیں۔ (۱)

معراج کا مقصد

واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے اہم اور بنیادی مقصد قرآن کریم (سورہ بنی اسرائیل) میں ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) آپ ﷺ کو اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔

اس کے مقاصد میں سے ایک اور مقصد اپنے حبیب ﷺ کو وہ عظیم الشان مقام و رتبہ دینا ہے جو کسی بھی انسان؛ حتیٰ کہ مقرب ترین فرشتہ کو بھی حاصل نہیں اور نہ کبھی حاصل ہوگا، نیز اس کے مقاصد میں امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا بھی ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم المرتبت فریضہ ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں؛ بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا؛ جس کا حکم عام احکام کی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے

(۱) (سیرت مصطفیٰ ۱/۲۸۹)

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس عطا فرمایا۔

معراج کے اس واقعہ کو عقل و قیاس کے پیمانہ سے ناپنا بے سود بھی ہے اور حقیقت واقعہ کو محض دماغی قابلیت کے بل پر سمجھنا اور سمجھانا گرفتاران عقل کے بس سے باہر بھی، یہ مسئلہ خالص یقین و اعتقاد کا ہے بس اس پر ایمان لانا اور اس کی حقیقت و کیفیت کو علم الٰہی کے سپرد کر دینا ہی عین عبادت ہے، اور ویسے بھی نبوت، وحی اور معجزوں کے تمام معاملات احاطہ عقل و قیاس سے باہر کی چیزیں ہیں، جو شخص ان چیزوں کو قیاس کے تابع اور اپنی عقل وفہم پر موقوف رکھے اور کہے کہ یہ چیز جب تک عقل میں نہ آئے میں اس کو نہیں مانوں گا اور اس پر اعتقاد نہیں رکھوں گا تو سمجھنا چاہئے کہ وہ شخص ایمان سے محروم ہے؛ لہٰذا جو لوگ معرفت کے مقام کو نہ پہنچے ہوں ان کے لئے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول جو کچھ فرما دیں بس اس کو مان لیں اور بلا چون و چرا اس پر ایمان لے آئیں، سلامتی اور نجات کی راہ اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

معراج سے درس حاصل کرنے کا تقاضا ہے کہ انسان کو انسانیت کی معراج، مومنانہ صفات کی ترقی کی جانب متوجہ ہو جانا چاہیئے، نفس امارہ پر جس قدر گرفت ممکن ہوگی اسی قدر جہالت، خباثت، تکبر اور تنگ ظرفی سے چھٹکارا مل سکے گا، فکر ونظر کی وسعت اور علم وحکمت کی گہرائی میں اضافہ ہوگا۔ معراج کا یہ عظیم واقعہ عالم عارف اور مومن محقق کے دل و دماغ میں انقلاب برپا کرتا ہے، عاشق کو زندگی کے آداب اور بندگی کا سلیقہ سکھاتا ہے، ایقان کی نظر کھولتا ہے، رحمۃ للعالمین کے معانی کی تشریح کرتا ہے، معراج لطافت وحکمت کے راز سے آشنا کرتا ہے، عشق وقوت کو الٰہی صفات کے اثر وتوفیق سے ملا دیتا ہے، سرور کائنات ﷺ کے خطاب کا مفہوم رقم کرتا ہے، انسانی ارادوں، کاوشوں، کارناموں اور ترقیات کا رُخ متعین کرتا ہے، تاکہ انسان بھول بھلیوں سے نکل

کر ہمہ وقت اپنے مقصد حیات کو پیش نظر رکھے۔

علامہ شبلی نعمانی ؒ کے مطابق صرف سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت ہی واقعہ اسراء یا معراج سے متعلق نہیں، بلکہ پوری سورت اسی واقعہ کے گرد گھومتی ہے اور معراج کے فلسفہ و مقاصد کو واضح کرتی ہے۔(۱)

واقعہ معراج کا گہرا اور معروضی مطالعہ ہمیں مستقبل میں ہونے والی ترقیات وکمالات کا مرکزی نقطہ اور بنیادی تصور فراہم کرتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ معراج خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اک معجزہ ہے جو اسباب اور وسائل کا محتاج نہیں اور انسانی ترقی وجدید کمالات کے لئے اسباب ووسائل درکار ہیں اور اگر اسی ترقی وکمالات کا رخ "مادیت" کے بجائے "روحانیت" کی طرف موڑ کر ایمان وعمل میں مشغول ہو جائیں تو دنیائے فانی کی عارضی نعمتوں کی بجائے جنت کی ایسی لازوال نعمتیں ملیں گی کہ جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں،کسی کان نے سنا نہیں

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(۱)(بحوالہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلد سوم ص ۲۵۲)